اَللّٰهُ نَزَّلَ اَحْسَنَ الْحَدِيْثِ

نضر الله امرأ سمع منا حديثاً فحفظه حتى يبلغه

ماهنامہ

الحدیث

حضرو

شمارہ نمبر 28

شعبان ۱۴۲۷ھ ستمبر 2006ء

مدیر

حافظ زبیر علی زئی

- کشف کی حقیقت؟
- امین اوکاڑوی کے پچاس (۵۰) جھوٹ
- شہادتِ حسین رضی اللہ عنہ اور بعض غلط فہمیوں کا ازالہ
- سیدنا حسن بن علی رضی اللہ عنہما سے محبت
- مولانا سلطان محمود محدث جلالپوری رحمۃ اللہ علیہ

حضرو اٹک پاکستان

کلمۃ الحدیث

حافظ ندیم ظہیر

ذرا سنبھل کے رہنا... کہ

ہم ایسے معاشرے میں رہ رہے ہیں جس کا ہر دن پہلے سے زیادہ پرفتن ہوتا ہے۔ نت نئے اور لادینیت کی طرف لے جانے والے اسباب اجاگر ہو رہے ہیں اور یہ یقینی امر ہے کہ آدمی ''ماحول'' کے رنگ میں رنگا جاتا ہے یعنی وہ اپنے اردگرد کے ماحول سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔

ایسے میں اسلامی تعلیمات کو اپنے لئے مشعل راہ بنانا، اپنی محافل و مجالس کو لغویات سے پاک کرنا، قلوب و اذہان کی تطہیر اور محبت و نفرت کا معیار ''**الحب للہ و البغض للہ**'' رکھنا صراطِ مستقیم کی جانب ایک اہم قدم ہے۔

''ماحول'' کو انسان کیسے قبول کرتا ہے۔ اس کی مثال رسول اللہ ﷺ نے کچھ یوں بیان فرمائی کہ ''نیک ہم نشین اور برے ہم نشین کی مثال خوشبو والے (عطار) اور بھٹی دھونکانے والے (لوہار) کی طرح ہے۔ پس خوشبو والا یا تو تجھے کچھ (خوشبو) ویسے ہی عنایت کر دے گا یا تو خود اس سے خرید لے گا ورنہ اس سے عمدہ خوشبو تو پائے گا ہی اور بھٹی دھونکانے والا یا تو تیرے کپڑے جلا دے گا یا پھر تو اس سے بدبو تو پائے گا ہی۔ [بخاری:۲۱۰۱، مسلم:۲۶۲۸]

نبی اکرم ﷺ کی بیان کردہ اس حدیث میں اتنے خوبصورت پیرائے میں اچھے اور برے ہم نشین کی مثال بیان کی گئی ہے کہ اس سے بہتر تمثیل ممکن ہی نہیں۔ اور عبرت ہے ایسے نوجوانوں کے لئے جو فحاشی و بے ہودگی سے لبریز مجالس میں شریک ہوتے ہیں اور یہ تصور قائم کر لیتے ہیں کہ ہم کون سا (Participate) عملاً حصہ لے رہے ہیں۔

ایک مشہور مقولہ ہے:

صحبت صالح ترا صالح کنند صحبت طالح ترا طالح کنند

یعنی نیک صحبت تجھے نیک اور بری صحبت تجھے برا بنا دے گی۔

اس لئے برے ساتھیوں کا ساتھ چھوڑ کر اچھے ہم نشینوں کی رفاقت اپنانی چاہئے۔ برے لوگوں کی محفل ترک کر کے نیک لوگوں کی مجلس اختیار کرنی چاہئے۔ اچھے اور صالح دوست بنانے چاہئیں تا کہ وہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے تحت ہماری بہترین تربیت کریں اور ہم دنیا و آخرت میں سُرخرو ہوں۔

سنن ابی داود میں حدیث ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

((لا تصاحب إلا مؤمناً ولا یأکل طعامک إلا تقي))

تو صرف مومن سے دوستی رکھ اور تیرا کھانا صرف متقی کھائے۔

(سنن ابی داود:۴۸۳۲ و إسنادہ صحیح)

اسی طرح آپ ﷺ نے فرمایا: ((الرجل علی دین خلیله فلینظر أحدکم من یخالل))
آدمی اپنے دوست کے دین پر ہوتا ہے پس تم میں سے ہر شخص دیکھے کہ وہ کس سے دوستی کرتا ہے۔
(سنن ابی داود: ۴۸۳۳ وإسنادہ صحیح)

دوستی سوچ سمجھ کر کرو کہیں ایسا نہ ہو کہ کسی بدعتی یا مشرک سے دوستی ہو اور وہ تمھیں گمراہی کے دروازے پر لے جائے اور تمھارا اس کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا دنیاوی واُخروی دونوں زندگیوں کی تباہی کا سبب بن جائے۔ وہ تم سے خیرو بھلائی ترک کروا کر تمھیں شریر بنا دے مسجد کا رستہ چھڑوا کر بے حیائی وفحاشی کی طرف لے جائے پڑھائی سے دلچسپی ختم کروا کر آوارگی میں مبتلا کر دے۔

اکثر یوں ہوتا ہے کہ پڑھنے والے ذہین طلبا پر کچھ ناسمجھ طالب علم اپنی غلط تربیت کا اثر ڈال دیتے ہیں جس سے مستقبل میں قوم کا رہنما بننے والا اپنے گاؤں بستی والوں کی تربیت کرنے والا، ایک آوارہ شخص بن جاتا ہے جس کی کوئی منزل نہیں ہوتی، پس ضروری ہے کہ ہمارا تعلق صحیح العقیدہ متبع سنت آدمی سے ہو جو وقت کی قدر کرتا ہو جس کی باتیں سننے سے اللہ تعالیٰ کی یاد تازہ ہو۔ اپنے عقیدے کی اصلاح اور اپنی زندگی کو سنوارنے کا موقع ملے۔ انھیں دیکھ کر اپنے چہرے کو بھی سنتِ نبوی ﷺ سے سجانے کی رغبت پیدا ہو اور نبی اکرم ﷺ کی نافرمانی کرنے سے دل میں گھبراہٹ محسوس ہو لیکن افسوس! کہ قحط الرجال کے اس دور میں ایسی شخصیات کی کمی ہے۔ تلاشِ بسیار کے باوجود اگر کہیں نظر نہ آئیں تو پھر بھی بری صحبت، برے ہم نشین سے بہتر تنہائی ہے اور تنہائی میں غفلت وگمراہ کن خیالات کے بجائے اللہ تعالیٰ کا ذکر بہتر ہے۔

قارئین کرام! آج بے راہ روی کی ایک اہم وجہ وقت کی ناقدری بھی ہے۔ صرف وقت گزارنے کے لئے لوگ ایسی مجلسوں کی تلاش میں رہتے ہیں کہ جو جھوٹ، بہتان، چغلی، غیبت اور طنز ومذاق سے رونق افروز ہوں۔ تحصیلِ علم اور ذکرِ الٰہی کے بجائے تاش، لڈّو اور سنوکر کلبز وغیرہ میں صبح سے شام تک وقت گزار دیتے ہیں اور پتا ہی نہیں چلتا ؎

کارواں کے دل سے احساسِ زیاں جاتا رہا

نبی ﷺ نے وقت کی اہمیت کے بارے میں فرمایا:

''دو نعمتیں ایسی ہیں کہ اکثر لوگ ان کی قدر نہیں کرتے، وقت اور صحت'' (بخاری: ۶۴۱۲)

یاد رہے کہ اچھی صحبت اختیار کرنا ایمان اور اعمال صالحہ کی مضبوطی کا اور بری صحبت، ایمان اور اعمال صالحہ کی بربادی کا ذریعہ ہے۔

دعا ہے کہ اللہ رب العزت سرور کائنات سیدنا محمد ﷺ کی احادیث سے پیار کرنے ان کو سینے سے لگانے اور اپنے جسموں پر نافذ کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

فقہ الحدیث　　حافظ زبیر علی زئی

شیطان اور بعض اُمتیوں کا شرک

أضواء المصابيح في تحقيق مشكوة المصابيح

(٦٧) وعن ابن مسعود قال قال رسول الله ﷺ : ((ما منكم من أحد إلا وقد وكّل به قرينه من الجن وقرينه من الملائكة)). قالوا: وإياک يا رسول الله !؟ قال: وإياي ولكن أعانني عليه فأسلم فلا يأمرني إلا بخير)) رواه مسلم.

(سیدنا) ابن مسعود (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم میں سے ہر آدمی کے ساتھ ایک قرین (ساتھی) جنوں میں سے اور ایک قرین (ساتھی) فرشتوں میں سے مقرر کیا گیا ہے۔
صحابۂ کرام (رضی اللہ عنہم اجمعین) نے پوچھا: یا رسول اللہ! کیا آپ کے ساتھ بھی (دونوں قرین) ہیں؟ آپ نے فرمایا: جی ہاں! میرے ساتھ بھی ہیں لیکن اللہ تعالیٰ نے مجھے اس (جن قرین) پر غلبہ دیا ہے لہٰذا میں اُس سے سلامتی میں رہتا ہوں، وہ مجھے خیر کا ہی حکم دیتا ہے۔ اسے مسلم (۲۸۱۴/۶۹) نے روایت کیا ہے۔

① ہر انسان پر دو قرین مقرر و مسلط کئے گئے ہیں، ایک قرین فرشتہ ہے جو اس کے دل میں نیکی اور خیر کی باتیں ڈالتا ہے اور دوسرا قرین جن (شیطان) ہے جو اس کے دل میں شر اور نافرمانی کی باتیں ڈالتا ہے۔ فرشتہ نیکی کی طرف بلاتا ہے اور شیطان بُرائی کی طرف دعوت دیتا ہے۔ اب آدمی کو اختیار ہے کہ جس راستے پر چلنا چاہے، چلے لیکن یاد رہے کہ نیکی والے راستے پر چلنے والے کا انجام جنت اور برائی والے راستے پر چلنے والے کا انجام جہنم ہے۔

② نبی کریم ﷺ اپنے قرین پر غالب تھے لہٰذا وہ آپ کو نیکی ہی کی ترغیب دیتا تھا۔ اُمتِ محمدیہ، اہلِ ایمان اللہ کے فضل و کرم سے شیطان (قرین) کے شر سے محفوظ رہتے ہیں۔ جس کا جتنا ایمان مضبوط ہوگا وہ اتنا ہی شیطان کے شر اور وسوسوں سے محفوظ رہے گا۔

③ اس حدیث میں ''فأسلم'' کا لفظ دو طرح پڑھا گیا ہے:

١۔ ''فَأَسْلَمُ'' پس میں (اس سے) سلامتی میں رہتا ہوں۔

٢۔ ''فَأَسْلَمَ'' پس وہ مسلمان ہوگیا ہے۔

یہ لفظ دونوں طرح صحیح ہے اور دونوں معنی صحیح ہیں۔ آپ ﷺ کا قرین مسلمان بھی ہوگیا تھا اور وہ آپ کو نیکی کی ترغیب

ہی دیتا تھا۔

④ ''ما '' کا لفظ یہاں عموم کے معنی میں ہے، صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے اس سے عموم ہی سمجھا ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عموم کی تردید نہیں فرمائی۔

لغت میں ''ما و من '' کو عموم کے لئے قرار دیا گیا ہے اور عموم سے بعض افراد کو اس وقت ہی خارج قرار دیا جاسکتا ہے جب کوئی صریح دلیل یا قرینۂ صارفہ موجود ہو۔

⑤ جنات انسانوں پر، اللہ کے اِذن کے ساتھ اثر انداز ہو سکتے ہیں۔

(٦٨) وعن أنس قال قال رسول الله ﷺ : ((إن الشيطان يجري من الإنسان مجرى الدم)) متفق عليه.

(سیدنا) انس (بن مالک رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: انسان (کے جسم) میں شیطان اس طرح دوڑتا ہے جس طرح خون دوڑتا ہے۔

متفق علیہ (بخاری:؟ ومسلم: ٢٣/٢١٧٤ وترقیم دارالسلام ٥٦٧٨)

① اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ انسان کے جسم میں جن داخل ہوسکتا ہے اور اسے طرح طرح کے وسوسوں میں مبتلا کرنے کی کوشش کرسکتا ہے۔

② یہ روایت صحیح بخاری میں موجود نہیں ہے۔ بخاری (٢٠٣٨) اور مسلم (٢١٧٥) نے اس مفہوم کی روایت سیدہ صفیہ بنت حیی رضی اللہ عنہا سے بیان کررکھی ہے۔

(٦٩) وعن أبي هريرة قال قال رسول الله ﷺ: ((ما من بني آدم مولود إلا يمسه الشيطان حين يولد، فيستهل صارخاً من مس الشيطان ، غير مريم وابنها)) متفق عليه.

(سیدنا ابو ہریرہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اولادِ آدم میں سے جو بھی پیدا ہوتا ہے تو اس کی پیدائش کے وقت شیطان اُسے چھوتا ہے۔ پھر وہ اس چھوئے جانے کی وجہ سے چیختا ہے سوائے مریم اور ان کے بیٹے (عیسیٰ بن مریم علیہما السلام) کے۔ متفق علیہ (بخاری: ٣٤٣١ ومسلم: ٢٣٦٦/١٤٦)

① پیدائش کے وقت (پیدا ہونے والے پر مکلّف) شیطان اسے چھوتا ہے جس کی وجہ سے عام طور پر بچہ چیخ اٹھتا ہے۔

② عمران کی بیوی اور مریم کی والدہ نے دعا کی تھی کہ ﴿ وَاِنِّیۡۤ اُعِیۡذُھَا بِکَ وَذُرِّیَّتَھَا مِنَ الشَّیۡطٰنِ

الرَّجِيمِ﴾ اور (اے اللہ!) میں اسے (مریم کو) اور اس کی ذریت کو شیطان رجیم سے تیری پناہ میں دیتی ہوں۔

(آل عمران:۳۶)

اس دعا کی برکت سے اللہ نے مریم اور ان کے بیٹے عیسیٰ علیہما السلام کو شیطان کے لمس (چھونے) سے محفوظ رکھا۔
اسی طرح انبیاء اور اللہ کے برگزیدہ بندے اللہ کے فضل و کرم سے شیطان کے لمس سے محفوظ رہتے ہیں۔
ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿ اِلَّا عِبَادَکَ مِنۡهُمُ الۡمُخۡلَصِيۡنَ ﴾ سوائے ان میں سے تیرے مخلص بندے۔ (الحجر:۴۰)
یعنی اللہ تعالیٰ کے مخلص بندے اللہ کے فضل و کرم سے شیطان کے چھونے سے محفوظ رہتے ہیں۔ والحمدللہ

(۷۰) وعنه قال قال رسول الله ﷺ: ((صياح المولود حين يقع نزعة من الشيطان)) متفق عليه

اور انھی (سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: نومولود بچے کا (پیدائش کے وقت) چیخنا شیطان کے چھونے سے ہوتا ہے۔ متفق علیہ (البخاری:؟ مسلم:۲۳۶۷/۱۴۸)

① اس روایت کی تشریح کے لئے دیکھئے حدیثِ سابق:۶۹

② یہ روایت صحیح بخاری میں نہیں ملی بلکہ ہمارے علم کے مطابق صحیحین میں سے صحیح مسلم ہی میں موجود ہے۔ واللہ اعلم

(۷۱) وعن جابر قال قال رسول الله ﷺ: ((إن إبليس يضع عرشه على الماء، ثم يبعث سراياه يفتنون الناس، فأدناهم منه منزلةً أعظمهم فتنة، يجيُ أحدهم فيقول: فعلت كذا و كذا، فيقول: ماصنعت شيئاً . قال: ثم يجيُ أحدهم فيقول: ما تركته حتٰى فرّقت بينه وبين امرأته قال: فيدنيه منه ويقول: نعم أنت)) رواه مسلم.

(سیدنا) جابر (بن عبداللہ الانصاری رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ابلیس اپنا تخت پانی پر رکھتا ہے پھر وہ لوگوں کو فتنوں میں ڈالنے کے لئے (شیطانوں کے) چھوٹے چھوٹے لشکر بھیجتا ہے۔ اس کے نزدیک قریب ترین درجے والے (شیطان) سب سے زیادہ فتنہ ڈالنے والے ہوتے ہیں۔ (پھر) اُن میں سے ایک (سردار شیطان) آکر (ابلیس کو) بتاتا ہے کہ ''میں یہ یہ کر کے آیا ہوں۔'' ابلیس کہتا ہے: تو نے کچھ بھی نہیں کیا۔ پھر ایک (شیطان) آکر کہتا ہے کہ ''میں شوہر اور اس کی بیوی کے درمیان جدائی ڈال کر آیا ہوں۔'' ابلیس اسے اپنے نزدیک کرتا ہے اور سینے سے لگا کر کہتا ہے: ''جی ہاں! تو نے (بڑا) کام کیا ہے۔'' اسے مسلم (۲۸۱۳/۶۷) نے روایت کیا ہے۔

① ان تمام صحیح روایات سے ابلیس، شیاطین اور جنوں کا وجود اور اُن کا انسانوں پر اثر انداز ہونا ثابت ہوتا ہے۔

② بڑا شیطان ابلیس جس نے آدم علیہ السلام کو سجدہ نہیں کیا تھا، ہر جگہ نہیں ہوتا بلکہ کسی سمندر پر اپنا تخت بچھا کر بیٹھا ہوا ہے۔

③ دو مسلمانوں کے درمیان جدائی پر شیطان بہت زیادہ خوش ہوتا ہے۔

④ شیطانِ اعظم کے بہت سے ماتحت (جنوں اور انسانوں میں سے) اس زمین پر دن رات شیطانی احکامات پر عمل پیرا ہیں۔

(۷۲) وعنه قال قال رسول الله ﷺ : ((إن الشيطان قد أيس من أن يعبده المصلون في جزيرة العرب ولكن في التحريش بينهم.)) رواه مسلم.

اور انھی (سیدنا جابر بن عبداللہ الانصاری رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: شیطان (ابلیس) اس سے مایوس ہو گیا ہے کہ جزیرۂ عرب میں (اہلِ ایمان) نمازی اُس کی عبادت کریں لیکن وہ انھیں آپس میں لڑانا چاہتا ہے۔ اسے مسلم (۶۵/۲۸۱۲) نے روایت کیا ہے۔

① یہ حدیث اس سلسلے میں بہت واضح ہے کہ صحابۂ کرام شرک نہیں کریں گے اور واقعتاً ایسا ہی ہوا۔ کسی صحابی سے بھی اسلام لانے کے بعد شرک ثابت نہیں ہے۔ والحمد للہ

② اس حدیث میں صحابۂ کرام کی باہمی لڑائیوں مثلاً جنگِ جمل اور جنگِ صفین کی طرف اشارہ ہے۔

③ یہ کہنا کہ بعض امتِ مسلمہ میں یا جزیرۂ عرب میں قیامت تک شرک واقع نہیں ہوگا، بے دلیل دعویٰ ہے، جس کے لئے بعض احادیث کے مفہوم میں ردوبدل کرنے کی کوشش کی جاتی ہے جبکہ صحیح احادیث سے یہ ثابت ہے کہ امتِ مسلمہ کے بعض افراد میں شرک کا وقوع ہوگا، مثلاً:

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((**لا تقوم الساعة حتٰى تضطرب أليات نساء دوس علٰى ذى الخلصة .**))
اس وقت تک قیامت نہیں ہوگی جب تک دوس (قبیلے) کی عورتیں جسم مٹکاتے ہوئے ذوالخلصہ (قبیلہ دوس کے بت اور طاغوت) کا طواف نہیں کریں گی۔ (صحیح بخاری: ۷۱۱۶ و صحیح مسلم: ۲۹۰۶)

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ جزیرۂ عرب میں قیامت سے پہلے شرک کیا جائے گا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((**ولا تقوم الساعة حتٰى تلحق قبائل من أمتي بالمشركين وحتٰى تعبد قبائل من أمتي الأوثان**)) اور اس وقت تک قیامت قائم نہیں ہوگی جب تک میری امت کے (کچھ) قبائل مشرکوں سے نہ مل جائیں گے اور جب تک میری امت کے (کچھ) قبائل بتوں کی عبادت نہ کریں گے۔ (سنن ابی داود: ۴۲۵۲ وسندہ صحیح)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ امتِ محمدیہ میں بعض لوگ شرک کریں گے۔

ایک صحیح روایت میں آیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((**ما أخاف عليكم أن تشركوا**)) مجھے یہ ڈر نہیں ہے کہ تم شرک کرو گے۔ (صحیح بخاری: ۱۳۴۴ وصحیح مسلم: ۲۲۹۶)

اس حدیث کی تشریح میں حافظ ابن حجر العسقلانی لکھتے ہیں:

''**أي علیٰ مجموعکم ، لأن ذلک قد وقع من البعض أعاذنا الله تعالیٰ** ''یعنی بالا جماع تم شرک نہیں کرو گے، کیونکہ اس (شرک) کا وقوع بعض (امتیوں) سے ہوا ہے۔ اللہ ہمیں پناہ میں رکھے۔ (فتح الباری ۲۱۱/۳)

نووی نے کہا: '' **وأنھا لا ترتد جملة** '' اور بے شک وہ (امت) بالا جماع مرتد نہیں ہوگی۔

(شرح صحیح مسلم للنووی، درسی نسخہ ج ۲ ص ۲۵۰)

عینی حنفی نے کہا: '' **معناہ علیٰ مجموعکم لأن ذلک قد وقع من البعض والعیاذ باللہ تعالیٰ** '' اس کا معنی یہ ہے کہ تم بالا جماع شرک نہیں کرو گے کیونکہ اس (شرک) کا وقوع بعض سے ہوا ہے اور اللہ تعالیٰ اپنی پناہ میں رکھے۔

(عمدۃ القاری ج ۸ ص ۱۵۷)

کرمانی نے کہا: '' **وأنھا لا ترتد جملة وقد عصمھا من ذلک** '' اور وہ (امت) بالا جماع مرتد نہیں ہوگی اور یقیناً اس (اللہ) نے اسے محفوظ رکھا ہے۔ (شرح صحیح البخاری للکرمانی ۱۲۳/۷ ح ۱۲۶۷/۱۳۴۶)

قسطلانی نے کہا: '' **أي ما أخاف علیٰ جمیعکم الإشراک بل علیٰ مجموعکم لأن ذلک قد وقع من بعض** '' یعنی مجھے تم سب (امتیوں) کا بالا جماع شرک کرنے کا خوف نہیں کیونکہ بعض لوگوں سے اس (شرک) کا وقوع ہوا ہے۔　(قسطلانی شرح صحیح البخاری ج ۲ ص ۴۴۰)

غلام رسول سعیدی بریلوی لکھتے ہیں: ''یعنی آپ کو اس کا خدشہ نہیں تھا کہ پوری امت مشرک ہو جائے گی، سو بعض لوگوں کا مرتد ہو کر ہندو یا عیسائی ہو جانا اس حدیث کی پیش گوئی کے خلاف نہیں ہے۔'' (شرح صحیح مسلم ج ۶ ص ۴۳۸)

ان تصریحات سے معلوم ہوا کہ پوری امت کبھی بالا جماع شرک نہیں کرے گی۔ تاہم ایسا ہوگا کہ بعض امتی شرک کریں گے لہٰذا جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ امتِ محمدیہ میں شرک واقع نہیں ہوگا، ان کا قول سنن ابی داود کی صحیح حدیث اور شارحینِ حدیث کی تصریحات اور خود بریلوی تحقیقات کے بھی خلاف ہے۔

مصنف: امام ضیاء الدین المقدسی رحمہ اللہ
ترجمہ وفوائد: حافظ ندیم ظہیر

فضائلِ اعمال

اللہ تعالیٰ کے نزدیک پسندیدہ کلام

(۸۹) سیدنا سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے نزدیک محبوب ترین چار کلمات ہیں: ((سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ))

ان میں سے کسی ایک سے بھی شروع کرنا تمھارے لیے ضرر رساں نہیں ہے۔ [صحیح مسلم: ۲۱۳۷]

فوائد:

یہ کلمات اللہ تعالیٰ کو بہت محبوب ہیں تو اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی بہت زیادہ عزیز ہیں، آپ نے فرمایا: مجھے یہ کلمات ((سُبْحَانَ اللّٰهِ ، وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ ، وَلَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ)) کہنا اُن ساری چیزوں سے زیادہ محبوب ہیں جن پر سورج طلوع ہوا۔ [صحیح مسلم: ۲۶۹۵]

''ان میں سے کسی ایک سے بھی شروع کرو تو کچھ مضائقہ نہیں'' سے مراد یہ ہے کہ خواہ سُبْحَانَ اللّٰهِ سے شروع کیا جائے یا کلمات کا آغاز اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ سے کیا جائے اور اس کی تائید دیگر احادیث سے بھی ہوتی ہے۔

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک درخت کے قریب سے گزرے جس کے پتے خشک ہو چکے تھے۔ آپ نے (اُس) درخت (کی شاخوں) کو اپنی لاٹھی ماری تو پتے گرنے لگے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ((إن الحمد لله وسبحان الله ولا إله إلا الله والله أكبر)) یہ کلمات بندے کے گناہوں کو ایسے گرا دیتے ہیں جیسے اس درخت کے پتے گرے ہیں۔ [سنن ترمذی: ۳۵۳۳، مسند احمد ۳/۱۵۲، أضواء المصابیح فی تحقیق مشکوٰۃ المصابیح رقم الحدیث: ۲۳۱۸ وھو حدیث حسن]

اذکار کے معاملے میں اکثر لوگ افراط وتفریط کا شکار ہو جاتے ہیں اور ان میں کمی بیشی کا بھی ارتکاب کرتے رہتے ہیں بلکہ غیر مسنون اذکار تک کی اشاعت لوگوں میں عام کر دیتے ہیں۔ اس سلسلے میں سیدنا سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ نے مذکورہ حدیث [مسلم: ۲۱۳۷] کے آخر میں (بطورِ تنبیہ) ارشاد فرمایا کہ '' انما هي أربع فلا تزيدن علي'' یہ کلمات چار ہی ہیں (انھیں) اضافے کے ساتھ میری طرف منسوب نہ کرنا، لہٰذا اس سلسلے میں بہت زیادہ محتاط رہنا چاہئے۔

(۹۰) سیدنا ابو ذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یقیناً اللہ تعالیٰ کے نزدیک پسندیدہ کلام ((سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ)) ہے۔ ایک دوسری روایت میں ہے کہ (نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے) سوال کیا گیا کہ کون سا کلام

افضل ہے؟ تو آپ نے فرمایا: جس کا انتخاب اللہ تعالیٰ نے اپنے فرشتوں اور بندوں کے لیے کیا۔ (یعنی)
((سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ)) [صحیح مسلم: ۲۷۳۱]

فوائد:

مذکورہ کلمات کی فضیلت پہلے بھی کئی ایک احادیث میں گزر چکی ہے اور اس حدیث میں بھی ((سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ)) کو افضل قرار دیا گیا ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((وسبحان الله والحمدلله تملان أو تملأ ما بين السماوات والأرض)) کہ (یہ کلمات) زمین وآسمان کے خلا کو بھر دیتے ہیں۔ [صحیح مسلم: ۲۲۳]

(**۹۱**) سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا، آپ فرما رہے تھے کہ افضل ذکر ((لا إله إلا الله)) ہے اور افضل دعا ((الحمدلله)) ہے۔ [سنن ترمذی: ۳۳۸۳ وقال "حدیث حسن غریب" وصححہ ابن حبان، الاحسان: ۸۴۳ والحاکم ۱/۴۹۸ ووافقہ الذہبی]

فوائد:

اس حدیث میں کلمۂ توحید کی فضیلت وارد ہے یہ کلمہ بھی بہت زیادہ اہمیت کا حامل ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((من كان آخر كلامه لا إله إلا الله دخل الجنة)) جس شخص کا آخری کلام لا الٰہ الا اللہ ہوا وہ جنت میں داخل ہوگا۔ [سنن ابی داود: ۳۱۱۶ وسندہ حسن وصححہ الحاکم ۱/۳۵۱، ۵۰۰ ووافقہ الذہبی]

علامہ عبدالرحمٰن مبارکپوری رحمہ اللہ نے لا الٰہ الا اللہ کی فضیلت کی حکمت بیان کرتے ہوئے تحریر کیا ہے کہ "کیونکہ یہ کلمۂ توحید ہے اور توحید جیسی کوئی چیز نہیں، یہ کلمہ کفر وایمان کے درمیان حد فاصل ہے، دل کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ سب سے زیادہ جوڑنے والا۔ غیر اللہ کی سب سے زیادہ نفی کرنے والا، تزکیۂ نفس میں سب سے مؤثر، باطن کی صفائی میں سب سے قوی، خیالات کو نفس کی خباثت سے سب سے زیادہ دور کرنے والا اور شیطان کو سب سے زیادہ دفع کرنے والا ہے۔ [تحفۃ الاحوذی ۹/۲۲۹، اذکار نافعہ از فضیلۃ الشیخ ڈاکٹر فضل الٰہی ص ۸۶]

مذکورہ کلمہ کی فضیلت میں ایک اور اہم حدیث بھی مدنظر رہنی چاہئے تاکہ بندہ خلوص، محبت اور کثرت کے ساتھ اس ذکر کو ادا کرتا رہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص کبیرہ گناہوں سے بچتا ہوا جب بھی اخلاص کے ساتھ ((لا إلـه إلا الله)) کہتا ہے تو اس کے لیے آسمان کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں حتیٰ کہ وہ (کلمات) عرش تک جا پہنچتے ہیں۔
(سنن ترمذی: ۳۵۹۰ وسندہ حسن، الترغیب والترہیب ۲/۳۹۲ ح ۲۲۵۵)

تحمید کی فضیلت میں کافی احادیث گزر چکی ہیں۔ (والحمدللہ)

(**۹۲**) سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ کے صحابہ میں سے کچھ لوگوں نے نبی ﷺ سے عرض کی: اے اللہ کے

رسول! امیر لوگ سارا اجر وثواب لے گئے۔ وہ نماز پڑھتے ہیں جس طرح ہم پڑھتے ہیں وہ ہماری طرح روزہ رکھتے ہیں (لیکن) وہ اپنے زائد مالوں میں سے صدقہ کرتے ہیں، آپ نے فرمایا: کیا تمھارے لیے اللہ نے وہ چیز نہیں بنائی جس سے تم بھی صدقہ (کا ثواب حاصل) کرو، ہر تسبیح صدقہ ہے، ہر تکبیر صدقہ ہے اور ہر تحمید صدقہ ہے اور ہر تہلیل صدقہ ہے اور امر بالمعروف صدقہ ہے، نہی عن المنکر صدقہ ہے اور تم میں سے ہر ایک کا اپنی بیوی سے جماع کرنا بھی صدقہ ہے۔ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! ہم میں سے کوئی جب اپنی شہوت پوری کرتا ہے تو اس میں بھی اجر ہے؟ آپ نے فرمایا: کیا خیال ہے اگر وہ اس سے حرام کا ارتکاب کرتا تو وہ اس کے لیے باعثِ گناہ نہ ہوتا؟ اسی طرح اگر وہ حلال میں استعمال کرے گا تو وہ اس کے لیے باعثِ اجر ہوگا۔ [مسلم:۱۰۰۶]

فوائد: سبحان اللہ، الحمدللہ، اللہ اکبر، لا الٰہ الا اللہ کہنا صدقہ ہے یعنی ان کلمات کے دیگر فضائل کے علاوہ اس کی یہ فضیلت بھی ہے کہ ان کلمات کو ادا کرنے سے صدقہ وخیرات دینے کے برابر اجر وثواب ہے۔ اسی طرح اچھائی کے حکم اور برائی سے روکنے سے بھی اسی ثواب کا حصول ہوتا ہے۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ شرعی نکاح کے بعد بیوی کے ساتھ ہمبستری (جماع) کرنے سے بھی اجر ملتا ہے۔

حاصلِ مطالعہ

''**سوال:** کیا اللہ تعالیٰ نے ہمیں حنفی یا شافعی ہونے کا حکم دیا ہے؟

جواب: ہرگز نہیں، بلکہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں اپنی اور اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کا حکم دیا ہے۔

(دیکھئے سورت آل عمران آیت:۳۲)

ملا علی قاری حنفی (متوفی:۱۰۱۴ھ) فرماتے ہیں: ''ومن المعلوم أن الله سبحانه ما كلف أحدًا أن يكون حنفيًا أو مالكيًا أو شافعيًا أو حنبليًا بل كلفهم أن يعملوا بالكتاب والسنة إن كانوا علماء وأن يقلدوا العلماء إذا كانوا جهلاء'' اور یہ معلوم ہے کہ اللہ سبحانہ نے کسی کو حنفی یا مالکی یا شافعی یا حنبلی ہونے پر مجبور نہیں کیا بلکہ اس پر مجبور کیا ہے کہ اگر وہ عالم ہوں تو کتاب وسنت پر عمل کریں اور اگر جاہل ہوں تو علماء کی تقلید کریں۔ (شرح عین العلم وزین الحلم ج ا ص ۴۴۶)

ملا علی قاری کے اس اعتراف سے معلوم ہوا کہ (۱) اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو حنفی وشافعی بننے کا حکم نہیں دیا۔
(۲) کتاب وسنت کی اتباع کرنی چاہئے۔ (۳) جاہلوں کو چاہئے کہ علماء سے مسئلے پوچھ کر ان پر عمل کریں۔

تنبیہ: ملا علی قاری نے یہاں ''تقلید کریں'' کا لفظ غلط استعمال کیا ہے۔ مسئلے پوچھنا اور ان پر عمل کرنا تقلید نہیں کہلاتا بلکہ اتباع واقتداء کہلاتا ہے۔ لہٰذا صحیح الفاظ درج ذیل ہیں:

''وأن يتبعوا العلماء إذا كانوا جهلاء'' اور اگر جاہل ہوں تو علماء کی اتباع کریں۔'' (دین میں تقلید کا مسئلہ ص ۸۱، ۸۲)

حافظ زبیر علی زئی

توضیح الاحکام

سوال وجواب/تخریج الاحادیث

قبر میں نماز اور ثابت البنانی رحمۃ اللہ علیہ

سوال: ایک روایت میں آیا ہے کہ ثابت البنانی رحمہ اللہ اپنی قبر میں نماز پڑھتے تھے۔ اس روایت کی حقیقت کیا ہے؟

(ماسٹر انور سلفی، حاصل پور ضلع بہاولپور)

الجواب: حماد بن سلمہ سے روایت ہے کہ ثابت (بن اَسلم البنانی رحمہ اللہ) نے کہا: ''**إن كنت أعطيت أحدًا الصلاة في قبره فأعطني الصلاة في قبري**'' (اے اللہ) اگر تو نے کسی کو اس کی قبر میں نماز پڑھنے کی اجازت دی ہے تو مجھے (بھی) میری قبر میں نماز پڑھنے کی توفیق عطا فرما۔ (طبقات ابن سعد ۲۳۲/۷ وسندہ صحیح)

عبداللہ بن شوذب سے روایت ہے: ''میں نے ثابت البنانی کو کہتے سنا: ''**اللھم إن كنت أعطيتَ أحدًا من خلقك يصلي لك في قبره فأعطنيه**'' اے میرے اللہ! اگر تو نے اپنی مخلوق میں سے کسی کو قبر میں نماز پڑھنے کی اجازت دی ہے تو مجھے (بھی) یہ اجازت دینا۔

(المعرفۃ والتاریخ لیعقوب بن سفیان الفارسی ۹۹/۲ وسندہ حسن، حلیۃ الالیاء ۳۱۹/۲)

یہ ایک دعا ہے جو ثابت البنانی رحمہ اللہ نے مانگی ہے۔

یوسف بن عطیہ (متروک) نے کہا: ''**فأذن لثابت أن يصلي في قبره**''

پس ثابت کو ان کی قبر میں نماز پڑھنے کی اجازت مل گئی۔ (حلیۃ الاولیاء ۳۱۹/۲)

یہ روایت یوسف بن عطیہ کی وجہ سے موضوع ہے۔ یوسف بن عطیہ کے بارے میں امام بخاری نے کہا: ''**منكر الحديث**'' (کتاب الضعفاء بتحقیقی: ۴۲۲) نسائی نے کہا: ''**متروك الحديث**'' (کتاب الضعفاء: ۶۱۷)

جسر (بن فرقد) سے روایت ہے کہ اس نے ثابت البنانی کو قبر میں نماز پڑھتے ہوئے دیکھا۔ (حلیۃ الاولیاء ۳۱۹/۲)

اس کی سند درج ذیل ہے:

''**حدثنا عثمان بن محمد العثماني قال: ثنا إسماعيل بن الكرابيسي قال: حدثني محمد بن سنان القزاز قال: ثنا شيبان بن جسر عن أبيه**'' (حلیۃ الاولیاء ۳۱۹/۲)

یہ سند موضوع ہے۔ جسر کے بارے میں امام دارقطنی نے کہا: ''**متروك**'' (سوالات البرقانی: ۷۰) وہ ضعیف متروک ہے۔

(تحفۃ الاقویاء فی تحقیق کتاب الضعفاء: ۵۴)

جسر کا شاگرد شیبان نامعلوم ہے۔ شیبان کا شاگرد محمد بن سنان (بن یزید) ضعیف ہے۔ (تقریب التہذیب: ۵۹۳۶)
محمد بن سنان کا شاگرد اسماعیل بن الکرابیسی مجہول الحال ہے۔ اس کے شاگرد ابو عمرو عثمان بن محمد بن عثمان بن محمد بن عبدالملک کی توثیق نامعلوم ہے یعنی یہ سند ظلمات ہے۔

تنبیہ: اس مردود روایت کو عبدالحئ لکھنوی صاحب نے بحوالہ حلیۃ الاولیاء ''**حدثنا عثمان بن محمد العثماني : حدثنا إسماعيل بن علي الكرابيسي : حدثني محمد بن سنان : حدثنا سنان عن أبيه**'' کی سند سے نقل کیا ہے۔ (دیکھئے اقامۃ الحجۃ علیٰ ان الاکثار فی التعبد لیس ببدعۃ ص ۲۴، مجموعہ رسائل لکھنوی ج ۲ ص ۱۷۴)

لکھنوی صاحب سے اسے زکریا دیوبندی صاحب نے اپنی کتاب ''فضائلِ نماز'' (ص ۶۹، ۷۰ / تیسرا باب: خشوع و خضوع کے بیان میں) میں نقل کر کے عوام الناس کے سامنے پیش کر دیا ہے۔ (نیز دیکھئے فضائلِ اعمال ص ۳۶۱)

زکریا صاحب سے اسے کسی نور محمد قادری (دیوبندی) نامی شخص نے بطورِ استدلال و حجت نقل کر کے ''قبر میں نماز'' اور ''عقیدہ حیاتِ قبر'' کا ثبوت فراہم کرنے کی کوشش کی ہے۔ دیکھئے دیوبندیوں کا ماہنامہ ''الخیر'' ملتان (جلد ۲۴ شمارہ: ۵، جون ۲۰۰۶ء ص ۲۵ / ۲۴۹)

عرض ہے کہ محمد بن سنان القزاز کے شدید ضعف اور الکرابیسی والعثمانی کی جہالت کے ساتھ ساتھ سنان اور اس کے باپ (ابوسنان) کا کوئی اتا پتا معلوم نہیں ہے۔

عین ممکن ہے کہ عبدالحئ صاحب والے نسخے میں ''**شيبان بن جسر عن أبيه**'' کو ''**سنان عن أبيه**'' لکھ دیا گیا ہو۔

اس مردود روایت کو عبدالحئ لکھنوی صاحب کا بغیر تحقیق و جرح کے نقل کرنا اور پھر ان کی کورانہ تقلید میں زکریا صاحب، نور محمد قادری دیوبندی اور مسئولین ماہنامہ ''الخیر'' ملتان کا عام لوگوں کے سامنے بطورِ حجت و استدلال پیش کرنا غلط حرکت ہے۔ علماء کو چاہئے کہ عوام کے سامنے صرف وہی روایات پیش کریں جو کہ صحیح و ثابت ہوں۔ اس سلسلے میں علماء کو چاہئے کہ پوری تحقیق کریں ورنہ پھر خاموش رہنا ہی بہتر ہے۔

نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے کہ ((مَنْ صَمَتَ نَجَا)) جو خاموش رہا اس نے نجات پائی۔
(کتاب الزہد لابن المبارک: ۳۸۵ وسندہ حسن، سنن الترمذی: ۲۵۰۱)

خلاصة التحقيق:

یہ بات تو ثابت ہے کہ مشہور تابعی ثابت بن اسلم البنانی رحمہ اللہ قبر میں نماز پڑھنے کی دعا کرتے تھے مگر یہ بات ثابت نہیں ہے کہ انھوں نے قبر میں نماز پڑھی ہے۔ ضعیف و متروک راویوں کی روایات کی بنیاد پر اس قسم کے دعوے کرنا کہ ثابت رحمہ اللہ قبر میں نماز پڑھتے تھے، غلط اور مردود ہے۔ (۵ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۷ھ)

سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا اور غسلِ وفات

سوال: ''ایک تبلیغی دیوبندی خطیب سے اکثر یہ واقعہ سننے میں آیا ہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا جب بیمار ہوئیں تو حضرت علیؓ کہیں کام کے لئے گئے ہوئے تھے تو حضرت فاطمہؓ نے اپنی خادمہ کو فرمایا کہ میرے لئے غسل کا پانی اور کپڑے رکھوانہوں نے پانی رکھا اور حضرت فاطمہؓ نے غسل فرمایا۔ انہوں نے کہا میرے فلاں کپڑے نکالو، انہوں نے کالے کپڑے پہنے، کہا میری چارپائی کمرے کے بیچ میں کردو، بیچ کمرے کے کردی، لیٹ کر قبلے کی طرف منہ کر کے کہا: اب میں مر رہی ہوں علیؓ کو کہہ دینا میرا غسل ہوگیا ہے میرا کندھا بھی ننگا نہیں ہونا چاہیے جب حضرت علی آئے تو پیغام ملا تو کہا اسی پر عمل ہوگا تو اُسی طرح دفنا دیا گیا۔'' [محمد عثمان پنڈ دادن خان قمر]

الجواب: یہ ضعیف و منکر روایت ہے۔ اسے امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے ''**محمد بن إسحاق عن عبید اللہ بن علي بن أبي رافع عن أبیه عن أم سلمیٰ**'' کی سند سے روایت کیا ہے۔

(مسند احمد ۶/ ۴۶۱، ۴۶۲ ح ۲۷۶۱۵، اُسد الغابۃ ج ۵ ص ۵۹۰، معرفۃ الصحابۃ لابی نعیم ۶/ ۳۵۰۷ ح ۷۹۴۴)

یہ سند ضعیف و منکر ہے۔ محمد بن اسحاق بن یسار مدلس ہیں اور روایت عن سے ہے۔ عبید اللہ بن علی بن ابی رافع: لین الحدیث (ضعیف) ہے۔ (التقریب: ۴۳۲۲) علی بن ابی رافع کی توثیق مجھے معلوم نہیں ہے۔

یہی روایت ابن سعد (الطبقات ۸/ ۲۷) عمر بن شبہ (تاریخ المدینہ ۱/ ۱۰۸، ۱۰۹) ابن شاہین (۶۳۶) اور ابن الجوزی (العلل المتناہیہ: ۴۱۹، الموضوعات ۳/ ۲۷۷) نے ''**محمد بن إسحاق عن عبیداللہ (عبداللہ) [علي] بن علي (فلان) بن أبي رافع عن أبیه عن أمه سلمیٰ**'' کی سند سے روایت کی ہے۔

اس سند میں بھی محمد بن اسحاق مدلس اور ابن علی بن ابی رافع ضعیف ہے۔ ابن الجوزی نے کہا: ''**ھذا حدیث لا یصح**'' یہ حدیث صحیح نہیں ہے۔ ذہبی نے کہا: ''**ھذا منکر**'' یہ منکر (روایت) ہے۔

(سیر اعلام النبلاء ۲/ ۱۲۹، نیز دیکھئے مجمع الزوائد ۹/ ۲۱۱)

مصنف عبدالرزاق (۳/ ۴۱۱ ح ۶۱۲۶ دوسرا نسخہ: ۶۱۵۲) الآحاد والمثانی لابن ابی عاصم (۵/ ۳۵۶ ح ۲۹۴۰) المعجم الکبیر للطبرانی (۲۲/ ۳۹۹ ح ۹۹۶) اور حلیۃ الاولیاء لابی نعیم الاصبہانی (۲/ ۴۳) میں اس قصے کی تائید والا قصہ عبداللہ بن محمد بن عقیل سے مروی ہے۔ یہ قصہ دو وجہ سے ضعیف ہے:

۱: عبداللہ بن محمد بن عقیل (قولِ راجح میں) جمہور محدثین کے نزدیک ضعیف ہے۔

۲: عبداللہ بن محمد بن عقیل نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا زمانہ نہیں پایا لہٰذا یہ سند منقطع ہے۔

دیکھئے مجمع الزوائد للہیثمی (۹/ ۲۱۱) ونصب الرایہ (۲/ ۲۵۱ وقال: ''**بسند ضعیف و منقطع**'')

تنبیہ: مصنف عبدالرزاق اور الآحاد والمثانی میں عبدالرزاق کا استاد محمد بن راشد لکھا ہوا ہے جبکہ باقی کتابوں میں

معمر (بن راشد) ہے۔ نصب الرایہ (۲/۲۵۱) میں بھی معمر ہی ہے۔
محمد بن راشد المکحولی اور معمر بن راشد دونوں عبدالرزاق کے استاد اور ابن عقیل کے شاگرد ہیں۔
حافظ ابن کثیر نے کہا: ''وما روي من أنها اغتسلت قبل وفاتها وأوصت أن لا تغسل بعد ذلك فضعيف لا يعول عليه، والله أعلم'' اور جو روایت کیا گیا ہے کہ انھوں (سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا) نے اپنی وفات سے پہلے غسل کیا اور یہ وصیت کی کہ اس کے بعد انھیں غسل نہ دیا جائے تو یہ ضعیف ہے، اس پر اعتماد نہیں کیا جاتا۔ واللہ اعلم (البدایہ والنہایہ ۶/۳۳۸)

خلاصة التحقيق: یہ روایت اپنی تمام سندوں کے ساتھ ضعیف و منکر ہے لہٰذا مردود ہے۔ اس کے مقابلے میں محمد بن موسیٰ (بن ابی عبداللہ الفطری ابو عبداللہ المدنی) نے کہا: فاطمہ (رضی اللہ عنہا) کو علی (رضی اللہ عنہ) نے غسل دیا تھا۔

(طبقات ابن سعد ۸/۲۸ و تاریخ المدینہ ۱/۱۰۹)

اس روایت کی سند محمد بن موسیٰ (صدوق) تک صحیح ہے لیکن منقطع ہونے کی وجہ سے یہ بھی ضعیف ہے۔ اس قسم کی ایک ضعیف روایت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا سے بھی مروی ہے۔ دیکھئے المستدرک للحاکم (۳/۱۶۳، ۱۶۴ ح ۴۷۶۹) حلیۃ الاولیاء (۲/۴۳) السنن الکبریٰ للبیہقی (۳/۳۹۷) تاریخ المدینہ (۱/۱۰۹) اور التلخیص الحبیر (۲/۱۴۳ ح ۹۰۷ وقال: واسنادہ حسن)

بعض علماء کا سیدہ اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا والی روایت کو حسن قرار دینا محلِ نظر ہے۔ [۲۷ ربیع الثانی ۱۴۲۷ھ]

خبر واحد کے ساتھ قرآنِ مجید کی تخصیص

سوال: کیا خبر واحد کے ساتھ قرآنِ مجید کے عام حکم کی تخصیص جائز ہے؟

جواب: خبر واحد، صحیح کے ساتھ قرآنِ مجید کے عام حکم کی تخصیص کرنا، جائز بلکہ ضروری ہے۔

مثلاً عام حکم ہے: ﴿**حرمت عليكم الميتة**﴾ تم پر، مردار حرام کیا گیا ہے۔ [المآئدۃ: ۳]

جبکہ خاص حکم ہے:

((**ميتة البحر حلال**)) سمندر کا مردار (مچھلی وغیرہ) حلال ہے۔ [المستدرک ۱/۱۴۳ ح ۵۰۱ وسندہ حسن]

اس خاص حکم نے عام حکم کی تخصیص کر دی لہٰذا مردار حرام ہے سوائے مچھلی (وغیرہ) کے۔

قرآن کی تخصیص، خبر واحد کے ساتھ کرنا صحابۂ کرام، تابعین عظام اور جمہور اُمت کا مسلک ہے (اور روایت ہے کہ) ائمۂ اربعہ (امام ابوحنیفہ، امام مالک، امام شافعی اور امام احمد) بھی اس کے قائل ہیں۔

''وأما بالخبر الواحد فقال بجوازه الأئمة الأربعة'' اور خبر واحد کے ساتھ (قرآن کی تخصیص) تو ائمۂ اربعہ نے اس کے جواز کا فتویٰ دیا ہے۔ (منتہی الوصول لابن الحاجب ص ۳۲۰ غیث الغمام لعبد الحئ اللکنوی ص ۲۷۷،

الاحکام للآمدی ج ۲ ص ۳۴۷، اجابۃ السائل شرح بغیۃ الآمل للصنعانی ص ۳۲۹)

شہاب الدین ابوالعباس احمد بن ادریس القرافی (متوفی ۶۸۴ھ) نے بھی اسے امام ابوحنیفہ، امام شافعی وغیرہما کا مسلک قرار دیا ہے۔ (شرح تنقیح الفصول فی اختصار المحصول فی الاصول ص ۲۰۸)

عیسیٰ بن ابان یا بعض متاخرین حنفیہ واہلِ کلام کا خبر واحد کو ظنی کہہ کر تخصیصِ عموم القرآن نہ کرنا ائمۂ اربعہ کے بھی خلاف ہے اور اَدلۂ صحیحہ کے بھی لہٰذا مردود ہے۔

صحیح بخاری اور ضعیف احادیث

سوال: کیا صحیح بخاری میں کوئی ضعیف حدیث موجود ہے؟

جواب: صحیح بخاری میں سند متصل کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جتنی احادیث ہیں وہ ساری کی ساری یقیناً صحیح ہیں۔ اُن میں سے ایک بھی ضعیف نہیں۔ اصولِ حدیث کی کتابوں میں اس پر اجماع نقل کیا گیا ہے بلکہ بعض علماء سے یہ مروی ہے کہ اگر کوئی شخص یہ کہے کہ اگر صحیح بخاری میں کوئی ضعیف روایت ہو تو میری بیوی طلاق ہے۔ تو ایسے شخص کی بیوی پر طلاق نہیں پڑتی۔ دیکھئے مقدمۃ ابن الصلاح مع التقیید والاِیضاح للعراقی (ص ۳۸، ۳۹)

شاہ ولی اللہ الدہلوی فرماتے ہیں:

''صحیح بخاری اور صحیح مسلم کے بارے میں تمام محدثین متفق ہیں کہ ان میں تمام کی تمام متصل اور مرفوع احادیث یقیناً صحیح ہیں۔ یہ دونوں کتابیں اپنے مصنفین تک بالتواتر پہنچی ہیں۔ جو ان کی عظمت نہ کرے وہ بدعتی ہے جو مسلمانوں کی راہ کے خلاف چلتا ہے۔'' (حجۃ اللہ البالغہ، اردو ج ا ص ۲۴۲ مترجم عبدالحق حقانی، طبع محمد سعید اینڈ سنز کراچی)

دیوبندیوں کی مستند کتاب ''عقائد الاسلام'' میں لکھا ہوا ہے کہ

''اسی لیے حدیث کی کتابوں میں صحیح بخاری سب سے قوی اور معتبر ہے اس کے بعد صحیح مسلم''

(ص ۱۰۰ - از عبدالحق حقانی)

اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے ساری دنیا کے منکرین حدیث کو میرا یہ چیلنج ہے کہ صحیح بخاری کے اُصول میں سے صرف ایک ضعیف حدیث ثابت کرنے کی کوشش کرلیں، ان شاء اللہ اپنی کوشش میں منکرینِ حدیث کبھی کامیاب نہیں ہوں گے۔

ولو کان بعضهم لبعض ظهيراً

کشف کی حقیقت؟

سوال: کشف کی شرعی حیثیت کیا ہے؟

جواب: کشف: مکاشفہ کو کہتے ہیں جس میں جنت، دوزخ، ملائکہ اور عالمِ غیر متناہی کی باتیں مکشوف ہوجاتی ہیں دیکھئے کشاف اصطلاحات الفنون (ج ۲ ص ۱۲۵۴)

عرفِ عام میں کشف اور الہام ایک ہی چیز کے دونام ہیں۔

صحیح بخاری میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((إنه قد كان فيما مضى قبلكم من الامم محدثون، وإنه إن كان في أمتي هذه منهم فإنه عمر بن الخطاب)) تم سے پہلی امتوں میں ایسے لوگ ہوتے تھے جنھیں کشف (والہام) ہوتا تھا اور بے شک اگر اس اُمت (مسلمہ) میں اُن میں سے کوئی ہوتا تو عمر بن خطاب ہوتے۔

(کتاب احادیث الانبیاء باب ۵۴ بعد باب: حدیث الغارح ۳۴۶۹)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اُمتِ مسلمہ میں کسی شخص کو بھی کشف والہام نہیں ہوتا۔

خواب میں کسی چیز کی بشارت یا کسی آدمی کا گمان وقیاس اس سے سراسر علیحدہ بات ہے۔

یاد رہے کہ جن روایات میں آیا ہے کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے سینکڑوں میل دور سے ساریہ کو پکارا تھا:

یا سارية الجبل اے ساریہ، پہاڑ کے قریب جاؤ

یہ ساری روایات اصولِ حدیث کی رُو سے ضعیف اور مردود ہیں۔ محمد بن عجلان مدلس راوی ہیں لہٰذا اُن کی عن والی روایت کو ضعیف و مردود ہی سمجھا جائے گا۔

خلاصہ یہ کہ کشف بھی غیب دانی کا ایک نام ہے اور امتِ مسلمہ میں قیامت تک کسی کو کشف یا الہام نہیں ہوتا۔

نام نہاد بزرگوں کے جن واقعات میں کشف والہام کا تذکرہ ہے یہ سارے واقعات بے اصل اور مردود ہیں۔

امام احمد کی کتاب الصلوٰۃ؟

سوال: کیا کتاب الصلوٰۃ امام احمد بن حنبل کی کتاب ہے؟

جواب: عرب ممالک وغیرہ سے شائع شدہ ''کتاب الصلوٰۃ'' کا امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کی کتاب ہونا ثابت نہیں ہے۔ حافظ ذہبی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

''**وكتاب الرسالة في الصلوٰة – قلت: هو موضوع على الإمام**'' اور کتاب: الرسالۃ فی الصلوٰۃ – میں کہتا ہوں کہ یہ امام (احمد بن حنبل) پر موضوع (من گھڑت) ہے۔ (سیر اعلام النبلاء ج ۱۱ ص ۳۳۰)

قاضی ابوالحسین محمد بن ابی یعلیٰ نے طبقات الحنابلہ میں اس کی سند لکھی ہے:

''**أخبرنا المبارك قال: أخبرنا إبراهيم قال: أخبرنا أبو عمر قال: أخبرنا طيب قال: أخبرنا أحمد بن القطان الهيتي قال: حدثنا سهل التستري، قرئ على مهنا بن يحي الشامي: هذا كتاب في الصلوٰة..**''

اس سند کے کئی راویوں کے حالات نامعلوم ہیں مثلاً طیب، ابوعمر وغیرہما۔

تنبیہ: راقم الحروف نے مقدمہ نماز نبوی (مقدمۃ التحقیق) میں لکھا تھا:

''ائمۂ مسلمین نے نماز کے موضوع پر متعدد کتابیں لکھی ہیں مثلاً ابو نعیم الفضل بن دکین (متوفی ۲۱۸ھ) کی کتاب الصلوٰۃ وغیرہ، عصر حاضر میں اردو اور علاقائی زبانوں میں نماز پر متعدد کتابیں شائع ہوئی ہیں۔''

(قلمی ص۱)

جسے دارالسلام لاہور کے ''**مصححین**'' نے درج ذیل الفاظ میں شائع کردیا:

''نماز کی اس اہمیت کے پیشِ نظر بہت سے ائمۂ مسلمین نے نماز کے موضوع پر متعدد کتابیں لکھی ہیں مثلاً ابونعیم الفضل بن دکین رحمہ اللہ (متوفی ۲۱۸ھ) اور امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ (متوفی ۲۴۱) کی کتاب الصلوٰۃ وغیرہ۔ علاوہ ازیں عصرِ حاضر میں بھی اردو اور علاقائی زبانوں میں متعدد کتابیں شائع ہوئی ہیں۔'' (نماز نبوی ص ۱۸)

اس پیراگراف میں ''اور امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ (متوفی ۲۴۱)'' کے الفاظ دارالسلام کے **مصححین** کا اضافہ ہیں جن سے راقم الحروف بری الذمہ ہے۔

وحیدالزمان حیدرآبادی

سوال: وحیدالزمان حیدرآبادی کے بارے میں آپ کی کیا تحقیق ہے؟

جواب: وحیدالزمان پہلے غالی مقلد، پھر نیم اہل سنت اور آخری عمر میں تفضیلی قسم کا شیعہ بن گیا تھا۔ وہ اہل حدیث کے نزدیک سخت ضعیف اور متروک الحدیث انسان ہے۔ وحیدالزمان پر اہل حدیث کی جرح کے لیے دیکھئے حیات وحیدالزمان از عبدالحلیم چشتی (ص ۱۰۱) مجموعہ رسائل ماسٹر محمد امین اوکاڑوی حیاتی دیوبندی (ج ۱ ص ۶، ج ۳ ص ۹۷) تجلیات صفدر (ج ۱ ص ۶۲۱)

وحیدالزمان کا عقیدہ تھا کہ عامی پر مجتہد یا مفتی کی (بغیر تعین کے) تقلید ضروری ہے (نزل الابرار ص ۷)

وہ بعض صحابہ کو فاسق بھی کہتا تھا (ایضاً ج ۳ ص ۹۴) أعاذ نا اللّٰہ منه

مختصر یہ کہ وحیدالزمان متروک الحدیث ہے اور اہل حدیث اُس کے اقوال اور کتابوں سے بری ہیں۔

یہ علیحدہ بات ہے کہ دیوبندیوں کے نزدیک وحیدالزمان حیدرآبادی کا ترجمہ پسندیدہ ہے۔ محمد یحییٰ صدیقی، داماد شبیر احمد عثمانی دیوبندی لکھتے ہیں:

''چنانچہ طے ہوا کہ مولانا وحیدالزمان کا اردو ترجمہ دوسرے کالم میں دیا جائے۔ اس ترجمہ کی شمولیت میں بھی میرا مشورہ شامل ہے کیونکہ خود علامہ عثمانی کو یہ ترجمہ پسند تھا۔'' (فضل الباری شرح اردو، صحیح البخاری ج ۱ ص ۲۳)

مزید تحقیق کے لئے دیکھئے ماہنامہ الحدیث: ۲۳ ص ۳۶، ۴۰ اور ''امین اوکاڑوی کا تعاقب'' ص ۴۹، ۵۰

صحیح بخاری اور سفیان ثوری

سوال: آپ نے اپنی کتابوں مثلاً نور العینین فی اثبات رفع الیدین وغیرہ میں یہ ثابت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابۂ کرام سے رکوع سے پہلے اور بعد والا رفع یدین ترک کردینا ثابت نہیں ہے۔ اس سلسلہ میں حنفیہ کی سب سے مشہور دلیل: ''**حدیث سفیا ن الثوري عن عاصم بن کلیب عن عبدالرحمن بن الأسود عن علقمة عن عبداللّٰہ بن مسعود**'' کے بارے میں آپ نے لکھا ہے کہ اس کی سند ضعیف ہے، وجہ یہ ہے کہ سفیان ثوری رحمہ اللہ ثقہ فقیہ عابد ہونے کے ساتھ ساتھ مدلس بھی تھے۔ وہ یہ روایت ''عن'' کے ساتھ روایت کررہے ہیں۔ اُصولِ حدیث کا

مسئلہ ہے کہ مدلس کی عن والی روایت ضعیف ہوتی ہے لہٰذا یہ روایت اُصولِ حدیث کی رُو سے ضعیف ہے۔ اس کا جواب ابو بلال محمد اسماعیل جھنگوی دیوبندی نے اپنی کتاب ''تحفۂ اہل حدیث'' قسط دوم میں ص ۱۵۵ پر یہ دیا ہے کہ صحیح بخاری میں سے سفیان ثوری کی دس روایات پیش کی ہیں جنھیں سفیان ثوری رحمہ اللہ عن سے روایت کر رہے ہیں۔ کیا جھنگوی کی ذکر کردہ ان روایات میں سماع کی تصریح یا متابعت ثابت ہے؟ (حافظ شیر محمد بیاڑ، دیر)

جواب: ان تمام روایات میں متابعت یا تصریح سماع ثابت ہے۔ والحمدللہ

ہمارے دوست محترم ابو ثاقب محمد صفدر بن غلام سرور حضروی نے اسماعیل جھنگوی مذکور کو کافی عرصہ پہلے ایک خط لکھا تھا۔ جس میں ص ۲ پر یہ لکھا تھا:

''آپ نے ص ۱۵۵ پر صحیح البخاری کی دس روایات لکھی ہیں۔ کیا آپ کا دعویٰ ہے کہ ان روایات میں سفیان ثوری کی تصریحِ سماع یا متابعت قطعاً ثابت نہیں ہے؟ اگر آپ کا یہ دعویٰ ہے تو یہ دعویٰ لکھیں اور اس پر اپنے چند ''مستند علماء'' سے بھی دستخط کروا کر مجھے بھیج دیں۔ مثلاً سرفراز خان صفدر، امین اوکاڑوی صاحب، تقی عثمانی صاحب وغیرہم، میں ان شاء اللہ ان تمام روایات میں متابعت یا سماع کی تصریح ثابت کروں گا والحمدللہ۔''

اس خط کا ابھی تک کوئی جواب نہیں آیا۔ اب جھنگوی کی روایات مذکورہ پر تبصرہ پیشِ خدمت ہے:

۱۔ بخاری باب علامۃ المنافق ج ۱ ص ۱۰ (ح ۳۴) اس روایت میں سفیان ثوری کی متابعت، شعبہ نے کر رکھی ہے۔ صحیح بخاری کتاب المظالم باب اذا خاصم فجر (ح ۲۴۵۹)

۲۔ بخاری باب الغضب فی الموعظۃ ج ۱ ص ۱۹ (ح ۹۰) اس روایت میں زہیر (وغیرہ) نے سفیان کی متابعت کر رکھی ہے، صحیح بخاری کتاب الاذان باب تخفیف الإمام فی القیام...... (ح ۷۰۲)

۳۔ بخاری باب الوضوء مرۃ مرۃ ج ۱ ص ۲۷ (ح ۱۵۷) سفیان ثوری نے سنن ابی داود میں سماع کی تصریح کر رکھی ہے الطہارۃ باب الوضوء مرۃ مرۃ (ح ۱۳۸)

۴۔ بخاری باب البزاق والمخاط ج ۱ ص ۳۸ (۲۴۱) اس روایت میں اسماعیل بن جعفر نے سفیان کی متابعت کر رکھی ہے صحیح البخاری کتاب الصلوٰۃ باب حک البزاق بالید من المسجد (ح ۴۰۵)

۵۔ بخاری باب الوضوء قبل الغسل ج ۱ ص ۳۹ (ح ۲۴۹) عبدالواحد نے سفیان کی متابعت کر رکھی ہے۔ بخاری کتاب الغسل باب الغسل مرۃ واحدۃ (ح ۲۵۷)

۶۔ بخاری باب التستر فی الغسل عن الناس ج ۱ ص ۴۲ (ح ۲۸۱) اس میں بھی عبدالواحد نے متابعت کر رکھی ہے، حوالہ سابقہ

۷۔ بخاری باب مباشرۃ الحائض ج ۱ ص ۴۴ (ح ۲۹۹) اس میں سفیان ثوری نے سماع کی تصریح کر رکھی ہے۔ دیکھئے سنن ابی داود، الطہارۃ باب الوضوء بفضل المرأۃ (ح ۷۷)

۸۔ بخاری باب مایستر من العورۃ ص ۵۳ (ح ۳۶۸) اس میں محمد بن یحییٰ بن حبان نے سفیان کی متابعت کر رکھی ہے صحیح بخاری کتاب البیوع باب بیع المنابذۃ (ح ۲۱۴۶)

۹۔ بخاری باب الاذان للمسافر ج۱ ص۸۸ (ح ۶۳۰) اس روایت میں یزید بن زریع نے سفیان کی متابعت کر رکھی ہے، صحیح بخاری کتاب الاذان باب اثنان فما فوقہما جماعۃ (ح ۶۵۸)

۱۰۔ بخاری باب السجود علی سبعۃ اعظم ج۱ ص۱۱۳ (ح ۸۰۹) اس میں شعبہ وغیرہ نے سفیان کی متابعت کی ہے، حوالہ مذکورہ (ح ۸۱۰)

خلاصہ یہ ہے کہ ان ساری روایات میں سماع کی تصریح یا متابعت ثابت ہے والحمدللہ، لہٰذا دیوبندیوں کا اہلِ حدیث = اہل سنت کے خلاف پروپیگنڈا کرنا سرے سے باطل ہے۔ (2000-8-9)

حدیث کو قرآن پر پیش کرنے والی حدیث موضوع ہے

سوال: قاضی ابو یوسف یعقوب بن ابراہیم (متوفی ۱۸۲ھ) سے منسوب کتاب ''الرد علیٰ سیر الأوزاعي'' میں لکھا ہوا ہے:

''حدثنا ابن أبي كريمة عن أبي جعفر عن رسول الله صلى الله عليه وسلم أنه دعا اليهود فسألهم فحدثوه حتى كذبوا علىٰ عيسىٰ عليه الصلوة و السلام ،فصعد النبي صلى الله عليه وسلم المنبر فخطب الناس فقال: إن الحديث سيفشو عني فما أتاكم عني يوافق القرآن فهو عني، وما أتاكم عني يخالف القرآن فليس عني''

ہمیں (خالد) ابن ابی کریمہ نے ابوجعفر (عبداللہ بن مسور) سے حدیث بیان کی کہ رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے یہودیوں کو بُلا کر پوچھا، تو انھوں نے حدیثیں بیان کیں حتی کہ انہوں نے عیسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام پر جھوٹ بولا۔ پھر نبی صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے منبر پر چڑھ کر لوگوں کو خطبہ دیا اور فرمایا: میرے بارے میں حدیثیں پھیل جائیں گی پس تمھارے پاس میری کوئی حدیث قرآن کے مطابق پہنچے تو وہ میری حدیث ہے۔ اور تم تک میری طرف سے جو روایت قرآن کے مخالف پہنچے تو وہ میری حدیث نہیں ہے۔ (ص ۲۴، ۲۵)

کیا یہ روایت صحیح و قابلِ اعتماد ہے؟ تحقیق کر کے جواب دیں۔ شکریہ (ایک سائل)

الجواب: یہ روایت موضوع ہے۔

دلیل اول: اس روایت میں ابوجعفر سے مراد عبداللہ بن مسور (الہاشمی) ہے۔ دیکھئے التاریخ الکبیر للبخاری (۳/۱۶۸) الثقات لابن حبان (۶/۲۶۲) تاریخ بغداد (۸/۲۹۲) و اخبار اصبہان (۱/۳۰۵)

حافظ ابونعیم الاصبہانی لکھتے ہیں: ''أبو جعفر هو عبدالله بن مسور'' (اخبار اصبہان ۱/۳۰۵)

اس عبداللہ بن مسور کے بارے میں امام احمد بن حنبل نے کہا: ''كان يضع الحديث ويكذب'' وہ حدیثیں گھڑتا اور جھوٹ بولتا تھا۔ (کتاب الجرح والتعدیل ۵/۶۹ و سندہ صحیح)

ابن حبان نے کہا: وہ ثقہ راویوں سے موضوع روایتیں بیان کرتا تھا اور تھوڑی روایتیں بیان کرنے کے باوجود بے اصل مُرسل روایتیں بیان کرتا تھا۔ اگر وہ ثقہ راویوں کی موافقت بھی کرے تو اس کی روایت سے استدلال جائز نہیں ہے۔ (کتاب المجروحین ۲/۲۴)

ذہبی نے کہا: ''یکذب'' وہ جھوٹ بولتا تھا۔ (دیوان الضعفاء والمتروکین: ۲۳۱۳)

یہ شخص بالاجماع کذاب و مجروح ہے۔

تنبیہ: تہذیب الکمال اور تہذیب التہذیب میں غلطی سے خالد بن ابی کریمہ کے استادوں میں ابوجعفر الباقر کا نام لکھ دیا گیا ہے جس کا کوئی ثبوت سلف صالحین سے نہیں ہے۔

دلیل دوم: ابوجعفر عبداللہ بن مسور کی مرسل روایات بے اصل ہوتی ہیں۔

دلیل سوم: قاضی ابویوسف بذاتِ خود جمہور محدثین کے نزدیک ضعیف اور مردود الروایۃ ہے۔ دیکھئے ماہنامہ الحدیث: ۱۹ ص ۴۵ تا ۵۵

دلیل چہارم: کتاب الرد علی سیر الاوزاعی باسند صحیح قاضی ابویوسف سے ثابت نہیں ہے۔ دیکھئے الحدیث: ۱۹ ص ۵۳، ۵۴

دلیل پنجم: یہ موضوع روایت قرآن مجید کی آیت ﴿وَمَآ اٰتٰکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ ج﴾ اور تمھیں رسول جو (حکم) دے اُسے لے لو۔ (الحشر: ۷) کے سراسر خلاف ہونے کی وجہ سے بھی مردود ہے۔

ابوالوفاء الافغانی (متروک الحدیث) نے اس روایت کے کچھ موضوع اور باطل شواہد پیش کرنے کی کوشش کی ہے۔ دیکھئے حاشیہ الرد علی سیر الاوزاعی (ص ۲۵ تا ۲۸)

یہ تمام شواہد موضوع، باطل اور مردود ہیں۔ وما علینا الا البلاغ (۸ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۷ھ)

ایک وضاحت

ماہنامہ الحدیث حضرو: ۹ (فروری ۲۰۰۵ء) میں سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ کی روایت کے بارے میں چھپ گیا تھا کہ ''اس کی سند ضعیف ہے'' (ص ۶ حاشیہ نمبر: ۱۵)

یہ کمپوزنگ کی غلطی ہے۔ اصل مسودے میں ''اسنادہ حسن'' (اس کی سند حسن ہے) لکھا ہوا ہے۔

قارئینِ کرام اپنے اپنے نسخوں کی اصلاح کرلیں۔

حافظ شیر محمد۔ مکتبۃ الحدیث حضرو۔ ضلع اٹک

(۲۵ جولائی ۲۰۰۶ء)

اکاذیب آلِ دیوبند کا ایک باب

حافظ زبیر علی زئی

امین اوکاڑوی کے پچاس (50) جھوٹ

ماسٹر امین صفدر اوکاڑوی دیوبندی (آنجہانی) کا دیوبندیوں کے نزدیک بڑا مقام ہے۔ وہ اُن کے مشہور مناظر اور وکیل تھے۔ چونکہ اب بھی اکثر دیوبندیوں کے مباحث کا دارومدار انھی پر ہے اس لئے اوکاڑوی صاحب کے پچاس جھوٹ پیشِ خدمت ہیں تا کہ عوام وخواص پر حقیقتِ حال منکشف ہو سکے یاد رہے ان میں وہ ''جھوٹ'' بھی شامل ہیں جو حوالے غلط ہونے کی وجہ سے اوکاڑوی اصول سے جھوٹ قرار پاتے ہیں۔ مثلاً حکیم صادق سیالکوٹی (اہلِ حدیث) نے لکھا ہے کہ ''أفضل الأعمال الصلٰوة في أول وقتها (بخاری)'' (سبیل الرسول ص ۲۴۶ وطبعہ جدیدہ ص ۱۳۰)

اس حوالے پر تبصرہ کرتے ہوئے اوکاڑوی صاحب لکھتے ہیں:

''یہ بخاری شریف پر ایسا ہی جھوٹ ہے جیسا مرزا قادیانی نے اپنی کتاب شہادۃ القرآن میں یہ جھوٹ لکھا ہے کہ بخاری میں حدیث ہے کہ آسمان سے آواز آئے گی هذا خليفة الله المهدى''

(تجلیات صفدر جلد ۵ ص ۳۵ مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان)

افضل الاعمال کے بارے میں ''الصلٰوة لأول وقتها'' والی حدیث سنن الترمذی (ح ۱۷۰) میں موجود ہے، صحیح بخاری میں نہیں ہے۔ حکیم صاحب نے غلطی سے صحیح بخاری کا حوالہ دے دیا ہے جسے اوکاڑوی صاحب ''جھوٹ'' کہہ رہے ہیں۔

تنبیہ ①: سنن ترمذی والی روایت کی سند ضعیف ہے لیکن صحیح ابن خزیمہ (۳۲۷) وصحیح ابن حبان (۲۸۰) اور مستدرک الحاکم (۱/۱۸۸، ۱۸۹) کے صحیح شاہد کی وجہ سے یہ روایت صحیح لغیرہ ہے۔

تنبیہ ②: قاری محمد طیب قاسمی سابق مہتمم دارالعلوم دیوبند فرماتے ہیں: ''پھر ان کے ہاتھ پر بیعت ہوگی۔ اسی کے بارے میں وہ روایت ہے جو صحیح بخاری میں ہے کہ ایک آواز بھی غیب سے ظاہر ہوگی کہ: هذا خليفة الله المهدى ، فاسمعوا له واطيعوه . یہ خلفیۃ اللہ مہدیؑ ہیں ان کی سمع وطاعت کرو.....'' (خطبات حکیم الاسلام ج ۷ ص ۲۳۲ طبع نعمان پبلشنگ کمپنی لاہور) صحیح بخاری سے منسوب اس حوالے کے بارے میں کیا خیال ہے؟!

اوکاڑوی جھوٹ نمبر: 1

امین اوکاڑوی نے کہا: ''اس کا راوی احمد بن سعید دارمی مجسمہ فرقہ کا بدعتی ہے''

(مسعودی فرقہ کے اعتراضات کے جوابات ص ۴۱، ۴۲ تجلیات صفدر، طبع جمعیۃ اشاعۃ العلوم الحنفیہ ج ۲ ص ۳۴۸، ۳۴۹)

تبصرہ : امام احمد بن سعید الدارمی رحمہ اللہ کے حالات تہذیب التہذیب (۱/۳۱، ۳۲) وغیرہ میں مذکور ہیں ۔ وہ صحیح بخاری وصحیح مسلم وغیرہما کے راوی اور بالاتفاق ثقہ ہیں ۔ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے ان کی تعریف کی ۔ حافظ ابن حجر العسقلانی نے کہا: '' **ثقة حافظ** '' (تقریب التہذیب:۳۹)
ان پر کسی محدث، امام یا عالم نے، مجسمہ فرقے میں سے ہونے کا الزام نہیں لگایا۔

اوکاڑوی جھوٹ نمبر:2

اوکاڑوی نے کہا: ''رسول اقدسؐ نے فرمایا: '' **لا جمعة الا بخطبة** '' خطبہ کے بغیر جمعہ نہیں ہوتا''
(مجموعہ رسائل ج۲ ص۱۶۹ طبع جون ۱۹۹۳ء)

تبصرہ: ان الفاظ کے ساتھ یہ حدیث رسول اللہ ﷺ سے قطعاً ثابت نہیں ہے ۔ مالکیوں کی غیر مستند کتاب ''المدونہ'' میں ابن شہاب (الزہری) سے منسوب ایک قول لکھا ہوا ہے:
'' **بلغني أنه لا جمعة إلا بخطبة فمن لم يخطب صلى الظهر أربعاً** '' مجھے پتا چلا ہے کہ خطبے کے بغیر جمعہ نہیں ہے پس جو خطبہ نہ دے تو ظہر کی چار رکعتیں پڑھے ۔ (ج ۱ ص ۱۴۷)
اس غیر ثابت قول کو اوکاڑوی صاحب نے رسول اللہ ﷺ سے صراحتاً منسوب کر دیا ہے۔

اوکاڑوی جھوٹ نمبر:3

اوکاڑوی نے کہا: ''برادران اسلام، اللہ تعالیٰ نے جس طرح کافروں کے مقابلے میں ہمارا نام مسلم رکھا، اسی طرح اہلِ حدیث کے مقابلے میں آنحضرت ﷺ نے ہمارا نام اہلسنت والجماعت رکھا''
(مجموعہ رسائل ج ۴ ص ۳۶ طبع نومبر ۱۹۹۵ء)

تبصرہ: کسی ایک حدیث میں بھی رسول اللہ ﷺ نے اہلِ حدیث کے مقابلے میں دیوبندیوں کا نام اہل سنت والجماعت نہیں رکھا۔ یہ بات عام علمائے حق کو معلوم ہے کہ دیوبندی حضرات اہلِ سنت والجماعت نہیں ہیں بلکہ نرے صوفی، وحدت الوجودی اور غالی مقلد ہیں۔

اوکاڑوی جھوٹ نمبر:4

اوکاڑوی نے صحاح ستہ کے مرکزی راوی ابن جریج کے بارے میں کہا:
''یہ بھی یاد رہے کہ یہ ابن جریج وہی شخص ہیں جنھوں نے مکہ میں متعہ کا آغاز کیا اور نوے عورتوں سے متعہ کیا''
(تذکرۃ الحفاظ)'' (مجموعہ رسائل ج ۴ ص ۱۶۴)

تبصرہ: تذکرۃ الحفاظ للذہبی (ج ۱ ص ۱۶۹ تا ۱۷۱) میں ابن جریج کے حالات مذکور ہیں مگر ''متعہ کا آغاز'' کا کوئی ذکر

نہیں ہے ۔ یہ خالص اوکاڑوی جھوٹ ہے ۔ رہی یہ بات کہ ابن جریج نے نوے عورتوں سے متعہ کیا تھا بحوالہ تذکرۃ الحفاظ (ص ۱۷۰، ۱۷۱) یہ بھی ثابت نہیں ہے کیونکہ امام ذہبی نے ابن عبدالحکم تک کوئی سند بیان نہیں کی۔
سرفراز خان صفدر دیوبندی لکھتے ہیں کہ: ''اور بے سند بات حجت نہیں ہو سکتی'' (احسن الکلام ج ۱ ص ۳۲۷ طبع: باردوم)

اوکاڑوی جھوٹ نمبر:5

ایک مردود روایت کے بارے میں اوکاڑوی صاحب لکھتے ہیں: ''مگر تاہم طحطاوی ج ۱/ص ۱۶۰ پر تصریح ہے کہ مختار نے یہ حدیث بذاتِ خود حضرت علیؓ سے سنی۔'' (جزء القراءۃ للبخاری، بتحریفات اوکاڑوی ص ۵۸ تحت ح ۳۸)
تبصرہ: معانی الآثار للطحاوی (بیروتی نسخہ ۱/۲۱۹، نسخہ ایچ ایم سعید کمپنی، ادب منزل پاکستان چوک کراچی ج ۱ ص ۱۵۰) میں لکھا ہوا ہے: ''عن المختار بن عبد الله بن أبي ليلیٰ قال: قال علي رضي الله عنه''
یہ بات عام طالب علموں کو بھی معلوم ہے کہ ''قال'' اور ''سمعت'' میں بڑا فرق ہے۔ قال (اس نے کہا) کا لفظ تصریح سماع کی لازمی دلیل نہیں ہوتا، جزء القراءت کی ایک روایت میں امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:
''قال لنا أبو نعيم'' (ح ۴۸) اس پر تبصرہ کرتے ہوئے اوکاڑوی فرماتے ہیں: ''اس سند میں نہ بخاریؒ کا سماع ابونعیم سے ہے اور ابن ابی الحسناء بھی غیر معروف ہے'' (جزء القراءت مترجم ص ۶۴)

اوکاڑوی جھوٹ نمبر:6

اوکاڑوی نے کہا:
''اور دوسرا صحیح السند قول ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: **لا يقرؤا خلف الامام** کہ امام کے پیچھے کوئی شخص قرأت نہ کرے (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱/ص ۳۷۶)'' (جزء القراءۃ، ترجمہ وتشریح: امین اوکاڑوی ص ۶۳ تحت ح ۴۷)
تبصرہ: ان الفاظ کے ساتھ مصنف ابن ابی شیبہ میں آپ ﷺ کی کوئی حدیث موجود نہیں ہے، بلکہ یہ سیدنا جابر رضی اللہ عنہ کا قول ہے جسے اوکاڑوی صاحب نے مرفوع حدیث بنالیا ہے۔

اوکاڑوی جھوٹ نمبر:7

اوکاڑوی نے کہا: ''حضرت عمرؓ نے حضرت نافع اور انس بن سیرین کو فرمایا: **تكفيك قراءة الامام** تجھے امام کی قرأت کافی ہے'' (جزء القراءۃ/اوکاڑوی ص ۶۶ تحت ح ۵۱)
تبصرہ: انس بن سیرین رحمہ اللہ ۳۳ھ یا ۳۴ھ میں پیدا ہوئے (تہذیب التہذیب: ۱/۳۷۴) اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہ ۲۳ھ میں شہید ہوئے (تقریب التہذیب: ۴۸۸۸) نافع نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو نہیں پایا (اتحاف المھرۃ للحافظ ابن حجر ۱۲/۳۸۶ قبل ح ۱۵۸۱۰) معلوم ہوا کہ انس بن سیرین اور نافع دونوں، امیر المؤمنین عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں

موجود ہی نہیں تھے تو ''کو فرمایا'' سراسر جھوٹ ہے جسے اوکاڑوی صاحب نے گھڑ لیا ہے۔

اکاڑوی جھوٹ نمبر:8

اوکاڑوی نے کہا: ''تقلید شخصی کا انکار ملکہ وکٹوریہ کے دور میں شروع ہوا اس سے پہلے اس کا انکار نہیں بلکہ سب لوگ تقلید شخصی کرتے تھے۔'' (تجلیات صفدر ج ۲ ص ۱۴۱۰ نسخہ فیصل آباد)

تبصرہ: احمد شاہ درانی کو شکست دینے والے مغل بادشاہ احمد شاہ بن ناصر الدین محمد شاہ (دور حکومت ۱۱۶۱ھ تا ۱۱۶۷ھ) کے عہد میں فوت ہو جانے والے شیخ محمد فاخر الہ آبادی رحمہ اللہ (متوفی ۱۱۶۴ھ) فرماتے ہیں کہ:

''جمہور کے نزدیک کسی خاص مذہب کی تقلید کرنا جائز نہیں ہے بلکہ اجتہاد واجب ہے۔ تقلید کی بدعت چوتھی صدی ہجری میں پیدا ہوئی ہے'' (رسالہ نجاتیہ ص ۴۱، ۴۲)

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ وغیرہ نے تقلید شخصی کی مخالفت کی ہے (دیکھئے اوکاڑوی جھوٹ نمبر ۹)

حافظ ابن حزم نے اعلان کیا ہے کہ '' والتقلید حرام ''اور (عامی ہو یا عالم) تقلید حرام ہے۔

(النبذۃ الکافیۃ ص ۷۰، ۷۱)

یہ سب ملکہ وکٹوریہ سے بہت پہلے گزرے ہیں۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ یہ خالص اوکاڑوی جھوٹ ہے۔

اوکاڑوی جھوٹ نمبر:9

اوکاڑوی نے کہا: ''یہی وجہ ہے کہ سب محدثین ائمہ اربعہ میں سے کسی نہ کسی کے مقلد ہیں''

(مجموعہ رسائل ج ۴ ص ۶۲ طبع اول ۱۹۹۵ء)

تبصرہ: شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (متوفی ۷۲۸ھ) سے محدثین کرام کے بارے میں پوچھا گیا کہ '' هل كان هؤلاء مجتهدين لم يقلدوا أحداً من الأئمة ، أم كانوا مقلدين '' کیا یہ لوگ مجتہدین تھے، انھوں نے ائمہ میں سے کسی کی تقلید نہیں کی یا یہ مقلدین تھے؟ (مجموع فتاویٰ ج ۲۰ ص ۳۹) تو شیخ الاسلام نے جواب دیا:

'' الحمد لله رب العالمين ، أما البخاري و أبو داود فإما مان فى الفقه من أهل الإجتهاد ، وأما مسلم والترمذي والنسائي و ابن ماجة وابن خزيمة و أبو يعلىٰ والبزار و نحوهم فهم على مذهب أهل الحديث ، ليسوا مقلدين لواحد بعينه من العلماء ، ولا هم من الأئمة المجتهدين على الإطلاق''

بخاری اور ابوداود تو فقہ کے امام (اور) مجتہد (مطلق) تھے۔ رہے امام مسلم، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، ابن خزیمہ، ابویعلیٰ اور البزار وغیرہم تو وہ اہلِ حدیث کے مذہب پر تھے، علماء میں سے کسی کی تقلید معین کرنے والے، مقلدین نہیں تھے، اور نہ مجتہد مطلق تھے'' (مجموع فتاویٰ ج ۲۰ ص ۴۰)

یہ عبارت اس مفہوم کے ساتھ درج ذیل کتابوں میں بھی ہے:

توجیه النظر إلی أصول الأثر للجزائري ص (۱۸۵) الکلام المفید فی اثبات التقلید، تصنیف سرفراز خان صفدر دیوبندی ص (۱۲۷ طبع ۱۴۱۳ھ) ماتمس إلیه الحاجة لمن یطالع سنن ابن ماجه (ص ۲٦)

تنبیہ: شیخ الاسلام کا ان کبار ائمۂ حدیث کے بارے میں یہ کہنا کہ ''نہ مجتہد مطلق تھے'' محلِ نظر ہے۔ رحمه الله رحمة واسعة .

اوکاڑوی جھوٹ نمبر:10

اوکاڑوی صاحب نے امام عطاء بن ابی رباح رحمہ اللہ کے بارے میں کہا:

''میں نے کہا: سرے سے یہ ثابت نہیں کہ عطاء کی ملاقات دوسو صحابہ سے ہوئی ہو اور یہ تو بالکل ہی غلط ہے کہ ابن زبیرؓ کے وقت تک کسی ایک شہر میں دوسو صحابہ موجود ہوں''

(تحقیق مسئلہ آمین ص ۴۴ و مجموعہ رسائل ج ا ص ۱۵٦، طبع اکتوبر ۱۹۹۱ء)

تبصرہ: دوسرے مقام پر یہی اوکاڑوی صاحب اعلان کرتے ہیں:

''مکہ مکرمہ بھی اسلام اور مسلمانوں کا مرکز ہے۔ حضرت عطاء بن ابی رباح یہاں کے مفتی ہیں۔ دوسو صحابہ کرام سے ملاقات کا شرف حاصل ہے'' (نماز جنازہ میں سورہ فاتحہ کی شرعی حیثیت ص ۹، و مجموعہ رسائل ج ا ص ۲٦۵)

تبصرہ: خود ہی اپنی اداؤں پہ غور کریں — ہم عرض کریں گے تو شکایت ہوگی

دوسرا یہ کہ ان دونوں عبارتوں میں سے ایک عبارت بالکل جھوٹ ہے۔

اوکاڑوی جھوٹ نمبر:11

ایک صحیح حدیث کا مذاق اڑاتے ہوئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں امین اوکاڑوی لکھتا ہے:

''لیکن آپؐ نماز پڑھاتے رہے اور کتیا سامنے کھیلتی رہی اور ساتھ گدھی بھی تھی، دونوں کی شرمگاہوں پر بھی نظر پڑتی رہی۔'' (غیر مقلدین کی غیر مستند نماز ص ۴۳، مجموعہ رسائل ج ۳ ص ۳۵۰ حوالہ نمبر ۱۹۸ و تجلیات صفدر، شائع شدہ بعد از موت اوکاڑوی ج ۵ ص ۴۸۸)

تبصرہ: یہ کہنا کہ نبی ﷺ کی نظر مبارک ''گدھی اور کتیا کی شرمگاہوں پر پڑتی رہی'' کائنات کا سیاہ ترین جھوٹ ہے۔

تنبیہ: اوکاڑوی نے مذکورہ عبارت کو کاتب کی غلطی کہہ کر جان چھڑانے کی کوشش کی ہے مگر یاد رہے کہ یہ طویل عبارت کاتب کی غلطی نہیں ہے بلکہ ماسٹر امین اوکاڑوی کے دستخطوں والی کتاب ''تجلیات صفدر'' میں اس کے مرنے کے بعد بھی شائع ہوئی ہے۔

اوکاڑوی جھوٹ نمبر:12

ایک روایت کی سند درج ذیل ہے:

''حدثنا محمود قال :حدثنا البخاري قال: حدثنا شجاع بن الوليد قال: حدثنا النضر قال:حدثنا عكرمة قال: حدثني عمرو بن سعد عن عمر و بن شعيب عن (أبيه عن) جده''

(جزء القراءۃ للبخاری بتحقیقی: ٦٣ وتجلیات صفدر ومطبوعہ جمعیۃ اشاعت العلوم الحنفیہ فیصل آباد ج ٣ ص ٩٣)

اس روایت کے بارے میں اوکاڑوی صاحب لکھتے ہیں:

''اس سند میں تین راوی مدلس ہیں، اس لیے ضعیف ہے'' (تجلیات صفدر ج ٣ ص ٩٣)

تبصرہ: عرض ہے کہ اس سند میں عمرو بن سعید پر تدلیس کا کوئی الزام نہیں ہے۔ صرف عمرو بن شعیب اور شعیب بن محمد پر متاخرین کی طرف سے تدلیس کا الزام ہے اور یہ دونوں تدلیس سے بری ہیں دیکھیں میری کتاب ''الفتح المبین فی تحقیق طبقات المدلسین (٢/٦٠، ٢/٥٧)

باقی سند مصرح بالسماع ہے۔ یہ معلوم نہیں کہ اوکاڑوی صاحب نے تیسرا کون سا مدلس گھڑ لیا ہے؟

اکاڑوی جھوٹ نمبر:13

اوکاڑوی صاحب لکھتے ہیں:

''یعنی امام سفیان بن عیینہ کے دور دوسری صدی سے لے کر شاہ ولی اللہ کے دور بارہویں صدی تک تمام دنیا اور تمام ممالک میں عوام اور بادشاہ سب حنفی تھے'' (تجلیات صفدر مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان ج ٥ ص ٤٢)

تبصرہ: یہ بات صریح جھوٹ ہے۔ تقلید نہ کرنے والے، مالکی، شافعی اور حنبلی عوام اور غیر حنفی حکمرانوں سے آنکھیں بند کر لینا کس عدالت کا انصاف ہے؟

ساتویں صدی ہجری کے سلطان کبیر امیر المومنین ابو یوسف یعقوب بن یوسف المراکشی الظاہری رحمہ اللہ تقلید کے سخت خلاف تھے۔ انھوں نے اپنے دورِ خلافت میں حکم جاری کیا تھا:

''ولا يقلدون أحداً من الأئمة المجتهدين المتقدمين ''اور لوگ اگلے ائمۂ مجتہدین میں سے کسی کی تقلید نہیں کریں گے۔ (تاریخ ابن خلکان ج ٧ ص ١١) نیز دیکھئے سیر اعلام النبلاء (ج ٢١ ص ٣١٤)

اوکاڑوی جھوٹ نمبر:14

اوکاڑوی صاحب لکھتے ہیں:

''تمام ممالک میں سلطنت بھی احناف کے پاس رہی اور جہاد بھی انھوں نے کئے، غیر مقلدوں کو نہ کبھی حکومت نصیب ہوئی نہ جہاد کرنا قسمت میں ہوا......'' (تجلیات صفدر، مکتبہ امدادیہ ملتان ج ٥ ص ٤٥)

تبصرہ: اس کے رد کے لیے دیکھئے اوکاڑوی جھوٹ نمبر (١٣) پر تبصرہ۔

سلطان کبیر یعقوب بن یوسف المراکشی کی جہادی مہموں کے لیے وفیات الاعیان و سیر اعلام النبلاء کا مطالعہ کریں۔

اوکاڑوی لکھتا ہے: ''تقلید شخصی کا انکار ملکہ وکٹوریہ کے دور میں شروع ہوا''

(تجلیات صفدر، جمعیۃ اشاعت العلوم الحنفیہ فیصل آباد ج۲ص ۴۱۰، دیکھئے اوکاڑوی جھوٹ نمبر ۸)

''اور یہ سب ملکہ وکٹوریہ سے بہت پہلے گزرے ہیں''

مجاہد سلطان المراکشی رحمہ اللہ کا حوالہ اوکاڑوی جھوٹ نمبر (۱۳) کے رد میں گزر چکا ہے۔

یہ عام لوگوں کو بھی معلوم ہے کہ ملکہ وکٹوریہ کے دور سے صدیوں پہلے حافظ ابن حزم اندلسی نے تقلید شخصی و غیر شخصی کی سخت مخالفت کی تھی۔

شیخ قاسم بن محمد القرطبی (متوفی ۲۷۶ھ) نے کتاب الایضاح فی الرد علی المقلدین لکھی تھی (دیکھئے سیر اعلام النبلاء ۳۲۹/۱۳)

اوکاڑوی جھوٹ نمبر:15

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا:

''صلوٰۃ الیل مثنٰی مثنٰی فإذا أردت أن تنصرف فارکع رکعۃ تو ترلک ماصلیت''

(صحیح بخاری ج۱ص ۱۳۵ ح ۹۹۳)

''رات کی نماز دو دو رکعت کر کے پڑھنی چاہیے لیکن جس وقت تم نماز ختم کرنے کا ارادہ کرو تو اخیر میں ایک رکعت پڑھ لو کیونکہ جس قدر نماز تم پڑھ چکے وہ سب کی سب وتر (طاق) بن جائے۔''

(صحیح بخاری مع اردو ترجمہ: عبدالدائم جلالی بخاری دیوبندی ج۱ص ۵۵۳ ح ۹۴۸)

اب اس حدیث کا ترجمہ اوکاڑوی صاحب کے الفاظ میں پڑھ لیں:

''رات کی نماز دو دو رکعت ہے پھر جب دو رکعت بعد تو (التحیات پڑھ کر) سلام کا ارادہ کرے تو کھڑا ہو کر ایک رکعت ملا لے وہ وتر ہو جائیں گے.....'' (مجموعہ رسائل ج۲ص ۱۱۱)

یہ ترجمہ جھوٹا اور خود ساختہ ہے۔ ''(التحیات پڑھ کر)'' کے الفاظ حدیث میں قطعاً موجود نہیں ہیں۔

تنبیہ: حکیم صادق سیالکوٹی صاحب نے سبیل الرسول میں لکھا ہے:

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں اور ابوبکر رضی اللہ عنہ کی پوری خلافت میں اور خلافتِ عمر رضی اللہ عنہ کے ابتدائی دو برس میں (یکبارگی) تین طلاقیں ایک شمار کی جاتی تھیں۔'' (ص ۲۶۸، دوسرا نسخہ ص ۱۴۴)

اس پر تبصرہ کرتے ہوئے اوکاڑوی لکھتا ہے:

''تیسرا جھوٹ: اسی حدیث کا ترجمہ کرتے ہوئے ''یکبارگی'' کا لفظ اپنی طرف سے بڑھایا جو حدیث میں مذکور نہیں'' (مجموعہ رسائل ج۲ص ۱۲)

معلوم ہوا کہ حدیث کی تشریح میں کوئی جملہ یا لفظ بریکٹوں میں لکھا جائے تو وہ اوکاڑوی صاحب کے نزدیک جھوٹ ہوتا ہے۔

اوکاڑوی جھوٹ نمبر:16

ایک روایت میں خارجیوں کے بارے میں آیا ہے:

''یقرؤن القرآن لایجاوز حناجرھم'' إلخ (صحیح بخاری ج۲ ص۷۵٦)

اس کا ترجمہ کرتے ہوئے اوکاڑوی صاحب لکھتے ہیں:

''گلہ پھاڑ پھاڑ کر قرآن۔ حدیث پڑھیں گے (تھوتھا چنا باجے گھنا) مگر گلے سے آگے اثر نہیں ہوگا..''

(مجموعہ رسائل ج۲ ص۲۴۹)

''حدیث پڑھیں گے'' کے الفاظ حدیث میں قطعاً موجود نہیں ہیں۔

اوکاڑوی جھوٹ نمبر:17

یزید بن ابی زیاد (ضعیف راوی) کی بیان کردہ ترکِ رفع یدین والی روایت کے بارے میں اوکاڑوی صاحب لکھتے ہیں:

'' (۱) پھر یزید بن ابی زیاد سے دس شاگردوں نے اس کو مکمل متن سے روایت کیا ہے......

(۸) شعبہ ۱٦۰ھ (مسند احمد ج۴/ص۳۰۳) ''

(جزء رفع الیدین مع تحریفات الاوکاروی ص۲۹٦، ۲۹۷ تحت ح۳۴)

تبصرہ: حالانکہ مسند احمد میں ''رأیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حین افتتح الصلوۃ رفع یدیہ'' کے الفاظ ہیں۔ (ج۴ ص۳۰۳ ح۱۸۸۹٦)

رفع یدین نہ کرنے والے متن کا کوئی نام ونشان تک نہیں ہے۔

اوکاڑوی جھوٹ نمبر:18

امین اوکاڑوی نے کہا: ''جیسے محمد جونا گڑھی جس کی طرف نسبت کر کے اہل حدیث اپنے آپ کو محمدی کہتے ہیں۔''

(مجموعہ رسائل طبع اول ستمبر ۱۹۹۴ء ج۳ ص۱٦)

یہ اوکاڑوی دعویٰ صریح جھوٹ ہے۔ اس کے برعکس عام اہل حدیث اپنے آپ کو سیدنا محمد ﷺ کی طرف منسوب کر کے محمدی کہتے ہیں اور بعض جامعہ محمدیہ سے سندِ فراغت حاصل کرنے کے بعد محمدی کہلاتے ہیں۔

اوکاڑوی جھوٹ نمبر:19

اوکاڑوی صاحب لکھتے ہیں:

''جیسے امام بخاری کو ان کے اساتذہ امام ابوزرعہ اور ابوحاتم نے متروک قرار دیا''

(تجلیات صفدر، امدادیہ ج۲ ص٦٦)

تبصرہ: امام ابوزرعہ اور امام ابوحاتم دونوں امام بخاری کے شاگرد تھے دیکھئے تہذیب الکمال (۸۶/۱۶، ۸۷) استاد نہیں تھے۔ان دونوں سے امام بخاری کو ''متروک'' قرار دینا ثابت نہیں ہے۔الجرح والتعدیل (۱۹۱/۷) کی عبارت کا جواب یہ ہے کہ کسی راوی سے روایت ترک کردینا اس کی دلیل نہیں ہے کہ وہ راوی روایت ترک کرنے والے کے نزدیک متروک ہے۔مثلاً امام عبداللہ بن المبارک نے امام ابوحنیفہ سے آخری عمر میں روایت ترک کردی تھی (الجرح والتعدیل ج۸ص۴۴۹) کیا اوکاڑوی کا کوئی مقلد یہ کہہ سکتا ہے کہ امام عبداللہ بن المبارک کے نزدیک امام ابوحنیفہ ''متروک'' تھے؟

اوکاڑوی جھوٹ نمبر:20

اوکاڑوی نے کہا:

''ان ائمہ اربعہ میں سے فارسی النسل بھی صرف امام صاحبؒ ہی ہیں'' (مجموعہ رسائل ج۳ص۳۳)

امام ابوحنیفہ کا فارسی النسل ہونا قطعاً ثابت نہیں ہے،اس کے برعکس ان کے شاگرد ابونعیم الفضل بن دکین الکوفی (متوفی ۲۱۸ھ) فرماتے ہیں:''أبو حنیفة النعمان بن ثابت بن زوطی ،أصله من کابل''
یعنی امام ابوحنیفہ اصلاً کابلی تھے۔ (تاریخ بغداد ج۱۳ص۳۲۴، ۳۲۵ وسندہ صحیح)

اوکاڑوی جھوٹ نمبر:21

اوکاڑوی صاحب نے کہا:

''حضراتِ غیر مقلدین کا کہنا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا اور اپنے صحابہ کا خون دے کر قرآن وحدیث لوگوں تک پہنچایا مگر ان قربانیوں کا اثر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال تک ہی رہا۔ابھی آپ کی نماز جنازہ بھی ادا نہ ہوئی تھی کہ حضرت عمرؓ نے قیاس کا دروازہ کھول دیا......'' (مجموعہ رسائل ج۳ص۳۴)

یہ سارا بیان کذب وافترا پر مبنی ہے۔کسی اہلِ حدیث عالم یا ذمہ دار شخص سے یہ بیان قطعاً ثابت نہیں ہے۔

اوکاڑوی جھوٹ نمبر:22

اوکاڑوی صاحب نے کہا:

''امام عبداللہ بن المبارکؒ جیسے محدثین کے سردار خود فقہ حنفی کو خراسان تک پھیلا رہے ہیں۔''
(مجموعہ رسائل ج۳ص۳۶)

امام عبداللہ بن المبارک رحمہ اللہ کا فقہ حنفی خراسان میں پھیلانا کسی صحیح ومقبول روایت سے ثابت نہیں ہے، اس کے برعکس امام ابن المبارک کے چند مسائل درج ذیل ہیں:

۱: آپ رکوع سے پہلے اور بعد والے رفع یدین کے قائل وفاعل تھے۔ دیکھئے سنن الترمذی (۲۵۶)
۲: آپ فاتحہ خلف الامام کے قولاً وفعلاً قائل تھے۔ دیکھئے سنن الترمذی (۳۱۱)
۳: آپ جرابوں پر مسح کے قائل تھے۔ دیکھئے سنن الترمذی (۹۹)
تنبیہ: سنن الترمذی میں امام ابن المبارک کے اقوال کی سندوں کے لیے دیکھئے امام ترمذی کی کتاب العلل الصغیر (ص ۸۸۶)

اوکاڑوی جھوٹ نمبر:23

اوکاڑوی ایک وتر کے بارے میں لکھتا ہے: ''اور حضرت عثمانؓ بھی کوئی ایک حدیث پیش نہ فرما سکے......''
(مجموعہ رسائل ج ۳ ص ۶۶)

تبصرہ: یہ کہنا کہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ حدیث پیش نہ کر سکے، سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی گستاخی بھی ہے اور آپ پر جھوٹ بھی ہے۔ اوکاڑوی تو حدیثیں پیش کرنے کی کوشش کرتا ہے اور سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے بارے میں کہتا ہے کہ آپ ''ایک حدیث پیش نہ فرما سکے'' سبحان اللہ!

اوکاڑوی جھوٹ نمبر:24

اوکاڑوی لکھتا ہے: ''خود دورِ عثمانی میں بیس تراویح کے ساتھ سب تین وتر پڑھتے تھے جس پر کسی نے انکار نہیں کیا''
(مجموعہ رسائل ج ۳ ص ۶۶)

تبصرہ: کسی صحیح وثابت روایت میں، دورِ عثمانی میں لوگوں کا بیس تراویح پڑھنا اور سب لوگوں کا تین وتر پڑھنا قطعاً ثابت نہیں ہے۔ (نیز دیکھئے اوکاڑوی جھوٹ نمبر:۲۶)

اوکاڑوی جھوٹ نمبر:25

اوکاڑوی نے کہا:

''**قال ابو بکر بن ابی شیبہ سمعت عطاء سئل عن المرأة** ...... امام بخاریؒ کے استاد ابو بکر بن ابی شیبہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عطاء سے سنا کہ ان سے عورت کے بارے میں پوچھا گیا کہ......''
(مجموعہ رسائل مطبوعہ جون ۱۹۹۳ء ج ۲ ص ۹۶ بحوالہ ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۳۹)

حالانکہ ابو بکر بن ابی شیبہ کی عطاء سے ملاقات ہی ثابت نہیں ہے۔ امام ابو بکر بن ابی شیبہ فرماتے ہیں:

''**حدثنا هشيم قال: أنا شيخ لنا قال: سمعت عطاء سئل عن المرأة**''

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۳۹ ح ۲۴۷۱)

اس سند سے معلوم ہوا کہ اس میں ایک راوی ''شیخ لنا'' ہے۔ جس کا کوئی اتا پتا اسماء الرجال کی کتابوں میں نہیں ہے یعنی مجہول راوی ہے، جسے اوکاڑوی صاحب نے چھپا کر ضعیف سند کو صحیح سند ظاہر کرنے کی کوشش کی ہے۔

اوکاڑوی جھوٹ نمبر: 26

اوکاڑوی صاحب لکھتے ہیں:

''حضرت سائب بن یزید فرماتے ہیں کہ عہد فاروقی میں لوگ بیس رکعت تراویح پڑھتے تھے اور حضرت عثمانؓ کے زمانہ میں بھی۔ اور لوگ لمبے قیام کی وجہ سے لاٹھیوں پر سہارا لیتے تھے۔ (بیہقی ج ۴ ص ۴۹۶)''
(مجموعہ رسائل، مطبوعہ نومبر ۱۹۹۴ء ج ۴ ص ۱۴)

تبصرہ: ج ۴ تو کاتب کی غلطی ہے۔ صحیح یہ ہے کہ ج ۲ ہے، تاہم یاد رہے کہ السنن الکبریٰ للبیہقی (ج ۲ ص ۴۹۶) پر اس بات کا قطعاً ثبوت نہیں ہے کہ ''حضرت عثمانؓ کے زمانہ میں بھی'' لوگ بیس رکعت تراویح پڑھتے تھے۔!
(نیز دیکھئے اوکاڑوی جھوٹ نمبر: ۲۴)

اوکاڑوی جھوٹ نمبر: 27

اوکاڑوی صاحب لکھتے ہیں:

''جب ائمہ اربعہ نے دین کو مدون اور مرتب فرما دیا تو سب اہل سنت ان میں سے کسی ایک کی تقلید کرنے لگے''
(مجموعہ رسائل ۴ ص ۱۸)

تبصرہ: ''دین کو مدون اور مرتب'' کے ثبوت سے قطع نظر کرتے ہوئے عرض ہے کہ ''سب اہل سنت ان میں سے کسی ایک کی تقلید کرنے لگے'' والی بات دروغ بے فروغ ہے۔ دیکھئے اوکاڑوی جھوٹ نمبر (۹)

اس کے برعکس ائمۂ اربعہ سے تقلید کی ممانعت مروی ہے۔ مثلاً امام شافعی رحمہ اللہ نے اپنی اور دوسروں کی تقلید سے منع فرمایا ہے (کتاب الام/مختصر المزنی ص ۱، ماہنامہ الحدیث حضرو: ۹ ص ۴۵)

اکاڑوی جھوٹ نمبر: 28

اوکاڑوی صاحب لکھتے ہیں:

''ثالثاً حضرت جابر کا وصال ۷۰ھ کے بعد مدینہ منورہ میں ہی ہوا اور کم از کم پچپن سال آپ کے سامنے مدینہ منورہ میں مسجد نبوی میں بیس رکعت تراویح کی بدعت جاری رہی...'' (مجموعہ رسائل ج ۴ ص ۲۱)

تبصرہ: اوکاڑوی کا یہ بیان کسی حدیث سے ثابت نہیں ہے بلکہ سراسر جھوٹ ہے۔ سیدنا جابر رضی اللہ عنہ کے سامنے لوگوں کا بیس رکعات پڑھنا کسی حدیث سے بھی ثابت نہیں ہے۔ نیز دیکھئے اوکاڑوی جھوٹ نمبر 29

اوکاڑوی جھوٹ نمبر:29

اوکاڑوی صاحب لکھتے ہیں:

''اورسیدہ عائشہ ؓ کا وصال ۵۷ھ میں ہوا۔ پورے بیالیس سال اماں جان کے حجرہ کے ساتھ متصل مسجد نبوی میں بیس رکعات تراویح کی بدعت جاری رہی۔'' (مجموعہ رسائل ج۴ص۲۰)

تبصرہ: سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرے کے ساتھ متصل مسجد نبوی میں، آپ کے سامنے بیس رکعات کا کوئی ثبوت نہیں ہے۔اس کے برعکس صحیح حدیث میں آیا ہے:

''أن عمر جمع الناس علی أبي وتمیم فکانا یصلیان إحدی عشرۃ رکعۃ''

''بے شک عمر (رضی اللہ عنہ) نے لوگوں کو ابی (بن کعب) اور تمیم (داری) پر جمع کیا، دونوں گیارہ رکعتیں پڑھاتے تھے۔'' (مصنف ابن ابی شیبہ ۲/۳۹۱ و آثار السنن تحت ح ۷۷۵)

دیوبندیوں کا کیا خیال ہے کہ سیدنا ابی بن کعب رضی اللہ عنہ اور سیدنا تمیم الداری رضی اللہ عنہ گیارہ رکعتیں پڑھانے کے لیے مدینہ طیبہ سے باہر تشریف لے جاتے تھے؟

اوکاڑوی جھوٹ نمبر:30

حنفیوں و دیوبندیوں کا یہ نظریہ ہے کہ نمازِ عیدین میں چھ تکبیریں کہی جائیں، بارہ تکبیریں نہ کہی جائیں۔اس سلسلے میں حنفی مذہب کی تائید میں کچھ روایات نقل کر کے اوکاڑوی صاحب لکھتے ہیں:

''ان احادیث مقدسہ سے ماہ نیم ماہ اور آفتاب نیم روز کی طرح رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے قول اور عمل صحابہ کرام کے اجماع سے نماز عید کا یہ طریقہ ثابت ہے۔ مکہ، مدینہ، کوفہ، بصرہ میں خیر القرون میں اسی طریقے سے نماز عید پڑھی جاتی تھی۔'' (مجموعہ رسائل ج۴ص۲۹)

تبصرہ: اس اوکاڑوی جھوٹے اجماع کے مقابلے میں امام نافع رحمہ اللہ (مشہور تابعی) فرماتے ہیں:

''میں نے (سیدنا) ابو ہریرہ (المدنی رضی اللہ عنہ) کے ساتھ عید الاضحیٰ اور عید الفطر کی نماز پڑھی۔ پس آپ نے پہلی رکعت میں قراءت سے پہلے سات تکبیریں کہیں اور دوسری رکعت میں قراءت سے پہلے پانچ تکبیریں کہیں۔''

(موطأ امام مالک مترجماً ج ا ص ۱۸۰ ح ۴۳۴ وسندہ صحیح)

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بھی (7+5) بارہ تکبیروں کے قائل تھے۔(احکام العیدین للفریابی: ۱۲۸ وسندہ صحیح)

اوکاڑوی صاحب نے کذب وافترا کا مظاہرہ کرتے ہوئے ایسے اجماع کا دعویٰ کر رکھا ہے جس سے سیدنا عبداللہ بن عباس اور سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما باہر ہیں۔ سبحان اللہ!

اوکاڑوی جھوٹ نمبر:31

اہلِ حدیث کے بارے میں اوکاڑوی صاحب لکھتے ہیں:

''اختلافی احادیث میں سے یہ حضرات اس حدیث کو تلاش کرتے ہیں جو کتاب اللہ کے خلاف ہو''

(مجموعہ رسائل ج ۴ ص ۳۸)

تبصرہ: دیوبندیوں کا یہ نظریہ ہے کہ نماز میں مرد تو ناف کے نیچے اور عورتیں سینہ پر ہاتھ باندھیں۔ جب کہ اہلِ حدیث کی تحقیق ہے کہ مرد و عورت دونوں سینہ پر ہاتھ باندھیں۔ اہلِ حدیث اپنے دلائل میں درج ذیل احادیث بھی پیش کرتے ہیں:

''ورأیتہ یضع ھٰذہ علٰی صدرہ'' اور میں نے آپ (ﷺ) کو دیکھا آپ یہ (ہاتھ) اپنے سینے پر رکھتے تھے۔ (مسند احمد ج ۵ ص ۲۲۶ ح ۲۲۳۱۳ وسندہ حسن)

یہ حدیث قرآن کی کونسی آیت کے خلاف ہے؟ کوئی بتائے کہ ہم بتلائیں کیا؟

اوکاڑوی جھوٹ نمبر:32

اہلِ حدیث کے بارے میں اوکاڑوی صاحب لکھتے ہیں:

''پھر شور مچایا کہ سات سمندر دور دمشق کے مکتبہ ظاہر یہ میں جو مسند حمیدی کا قلمی نسخہ ہے اس میں اگرچہ یرفع یدیہ بھی رکوع کے ساتھ نہیں ہے تو فلا یرفع بھی نہیں ہے......'' (مجموعہ رسائل ج ۴ ص ۴۴)

تبصرہ: اس محرف کلام کے مقابلے میں اہلِ حدیث صرف یہ کہتے ہیں کہ دمشق شام کے مکتبہ ظاہریہ میں مسند حمیدی والے نسخہ میں رفع نہ کرنے والے الفاظ نہیں ہیں۔ جنھیں دیوبندی حضرات آج کل پیش کر رہے ہیں۔ رہا یہ کہ ''سات سمندر دور'' کے الفاظ تو یہ اوکاڑوی صاحب کا صریح جھوٹ ہے کیونکہ پاکستان کے ساتھ ملا ہوا ایران ہے ایران کے ساتھ عراق ملا ہوا ہے اور عراق کے ساتھ شام ملا ہوا ہے۔ سات سمندروں کے بجائے ایک سمندر بھی حائل نہیں ہے۔

اوکاڑوی جھوٹ نمبر:33

اوکاڑوی صاحب لکھتے ہیں: ''غیر مقلدین کا دعویٰ تو یہ ہے کہ مقتدی کا امام کے پیچھے ایک سو تیرہ سورتیں پڑھنی حرام ہیں اور ایک سورت فاتحہ پڑھنی فرض ہے..'' (مجموعہ رسائل ج ۴ ص ۴۷)

تبصرہ: یہ اوکاڑوی بیان سراسر دروغ ہے۔ اس کے برعکس اہلِ حدیث ظہر و عصر میں امام کے پیچھے سورہ فاتحہ کے علاوہ بھی قراءت کرنے کو جائز سمجھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ سری نمازوں میں امام کے پیچھے، فاتحہ کے علاوہ پڑھنا بھی جائز ہے۔ والحمدللہ

اوکاڑوی جھوٹ نمبر:34

اوکاڑوی صاحب لکھتے ہیں:

''نماز تراویح کے بارے میں بیس رکعت سے کم کسی امام کا مذہب نہیں۔'' (مجموعہ رسائل ج۴ص۵۱)

تبصرہ: اس کے سراسر برعکس امام مالک رحمہ اللہ کا قول ہے کہ

''میں اپنے لیے قیامِ رمضان (تراویح) گیارہ رکعتیں اختیار کرتا ہوں۔''

(کتاب التہجد/عبدالحق اشبیلی ص۱۷۶، الحدیث حضرو:۵ص۳۸)

امام شافعی فرماتے ہیں کہ

''اس چیز (تراویح) میں ذرہ برابر تنگی نہیں ہے اور نہ کوئی حد ہے کیونکہ یہ نفل نماز ہے۔ اگر رکعتیں کم اور قیام لمبا ہو تو بہتر ہے اور مجھے زیادہ پسند ہے۔ اور اگر رکعتیں زیادہ ہوں تو بھی بہتر ہے۔''

(مختصر قیام اللیل للمزنی ص۲۰۲،۲۰۳ الحدیث حضرو:۵ص۳۸)

معلوم ہوا کہ امام شافعی رحمہ اللہ کم رکعتوں کو زیادہ پسند کرتے تھے۔

اوکاڑوی جھوٹ نمبر:35

اوکاڑوی صاحب لکھتے ہیں کہ

''حالانکہ ذہبی نے ابوداود سے بیس رکعت ہی نقل کیا ہے۔'' (مجموعہ رسائل ج۴ص۵۲)

تبصرہ: معلوم ہوا کہ اوکاڑوی صاحب کے نزدیک حافظ ذہبی نے امام ابوداود سے بیس راتوں کا لفظ نقل نہیں کیا۔

حافظ ذہبی لکھتے ہیں:

''أثر: (د) یونس بن عبید عن الحسن أن عمر جمع الناس علیٰ أبي فکان یصلي بهم عشرین لیلة ...'' (المهذب فی اختصار السنن الکبیر ج۱ص۴۶۴)

معلوم ہوا کہ ذہبی نے ابوداود سے بیس راتیں نقل کی ہیں جس کے خلاف اوکاڑوی صاحب شور مچا رہے ہیں۔

اوکاڑوی جھوٹ نمبر:36

اوکاڑوی صاحب لکھتے ہیں کہ

''آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حضرات انبیاء علیہم السلام (اپنی امتوں کے) قائدین اور فقہاء (اپنے مقلدوں کے) سردار ہیں'' (مجموعہ رسائل ج۴ص۶۹)

تبصرہ: اوکاڑوی کا یہ کلام کالا جھوٹ ہے۔ اس کا ثبوت کسی حدیث میں نہیں ہے۔

اوکاڑوی جھوٹ نمبر:37

اوکاڑوی صاحب لکھتے ہیں کہ:

''مثلاً نماز باجماعت میں ساتھی کے ٹخنے پر ٹخنہ مارنا سنت ہے جو مردہ ہوچکی ہے اس پر عمل کرنا سو شہید کا ثواب ہے'' (مجموعہ رسائل ج ۴ ص ۱۱۲)

تبصرہ: ٹخنے سے ٹخنہ ملانا تو حدیث میں آیا ہے لیکن ''ٹخنے پر ٹخنہ مارنا'' یہ کسی حدیث سے ثابت نہیں اور نہ اہلِ حدیث کا یہ مسلک ہے بلکہ اوکاڑوی صاحب کا اہلِ حدیث پر یہ صریح افترا ہے اور حدیثِ رسول ﷺ کے ساتھ استہزاء ہے۔ (العیاذ باللہ)

اوکاڑوی جھوٹ نمبر:38

اوکاڑوی صاحب نے اہلِ حدیث سے منسوب کیا ہے کہ

''ہم تو صرف بخاری مسلم اور زیادہ مجبوری ہو تو صحاح ستہ کو مانتے ہیں۔ باقی حدیث کی سب کتابوں کا پوری ڈھٹائی سے نہ صرف انکار کرو بلکہ استہزا بھی کرو اور اتنا مذاق اُڑاؤ کہ پیش کرنے والا ہی بے چارہ شرمندہ ہو کر حدیث کی کتاب چھپالے اور آپ کی جان چھوٹ جائے'' (مجموعہ رسائل ج ۴ ص ۱۱۴)

تبصرہ: یہ سارا بیان جھوٹ ہے کسی اہلِ حدیث عالم سے ایسا کلام ثابت نہیں ہے۔ بلکہ اہلِ حدیث کا مذہب یہ ہے کہ صحیح حدیث حجت ہے چاہے وہ جہاں ہو اور جس کتاب میں ہو۔ والحمدللہ

اوکاڑوی جھوٹ نمبر:39

ایک اہلِ حدیث استاد کے بارے میں اوکاڑوی صاحب لکھتے ہیں کہ

''استاد جی تاکید فرماتے تھے کہ جو نماز نہیں پڑھتا اس کو نہیں کہنا کہ نماز پڑھو۔ ہاں جو نماز پڑھ رہا ہو، اس کو ضرور کہنا کہ تیری نماز نہیں ہوئی'' (مجموعہ رسائل ج ۴ ص ۱۱۵)

تبصرہ: یہ سارا بیان جھوٹ ہے اور کسی اہلِ حدیث عالم یا استاد سے قطعاً ثابت نہیں ہے۔

اوکاڑوی جھوٹ نمبر:40

اوکاڑوی صاحب لکھتے ہیں کہ

''اب سنیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پوری حدیث یوں ہے کہ نماز نہیں ہوتی اس کی جو فاتحہ اور کچھ اور حصہ قرآن کا نہ پڑھے۔ (!) عن عبادہ مسلم ج ا ص ۱۶۹...'' (مجموعہ رسائل ج ۴ ص ۱۴۰)

تبصرہ: ان الفاظ والی کوئی حدیث صحیح مسلم میں موجود نہیں ہے۔ صحیح مسلم میں لکھا ہوا ہے کہ

''لا صلوٰۃ لمن لم یقرأ بام القرآن ... وزاد : فصاعداً''

(ج ا ص ۱۶۹ ح ۳۶، ۳۷/ ۳۹۴ وترقیم دارالسلام: ۸۷۶، ۸۷۷)

ترجمہ: جو سورہ فاتحہ نہ پڑھے اس کی نماز نہیں... اور (راوی نے یہ لفظ) زیادہ کیا: پس زیادہ

معلوم ہوا کہ صحیح مسلم میں **فصاعداً** (پس زیادہ) کا لفظ ہے و **صاعداً** (اور زیادہ) کا لفظ نہیں ہے۔

انور شاہ کشمیری دیوبندی اس حدیث کے بارے میں فرماتے ہیں کہ

''پھر احناف نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ اس حدیث سے مراد فاتحہ اور سورت ملانے کا وجوب ہے لیکن یہ بات لغت کے خلاف ہے کیونکہ اہل لغت اس پر متفق ہیں کہ ''ف'' کے بعد جو ہو وہ غیر ضروری ہوتا ہے۔ سیبویہ (نحوی) نے (اپنی) الکتاب کے باب الاضافہ میں اس کی صراحت کی ہے۔''

(العرف الشذی ص ۷۶ نیز دیکھئے میری کتاب نصر الباری فی تحقیق جزء القراءۃ للبخاری ص ۴۸)

اوکاڑوی جھوٹ نمبر:41

اوکاڑوی صاحب لکھتے ہیں کہ

''ابن زبیر کہتے ہیں، میرے سامنے ایک دفعہ حضرت صدیق ؓ نے نماز میں رکوع والی رفع یدین کی، میں نے بھی پوچھا یہ کیا ہے؟ یہ جملہ بتا رہا ہے کہ حضرت صدیق ؓ نے ایسی نماز پڑھی کہ اور کوئی صحابی نماز نہ پڑھتے تھے اسی لئے تو پوچھنے کی ضرورت پڑی۔'' (مجموعہ رسائل ج ۴ ص ۱۶۳)

تبصرہ: یہ ساری عبارت جھوٹ کا پلندا ہے اس کے برعکس السنن الکبریٰ للبیہقی میں لکھا ہوا ہے کہ

''فقال عبد الله بن الزبير : صليت خلف أبي بكر الصديق رضي الله عنه فكان يرفع يديه إذا افتتح وإذا ركع وإذا رفع رأسه من الركوع وقال أبو بكر :صليت خلف رسول الله صلى الله عليه وسلم فكان يرفع يديه إذا افتتح الصلوٰة وإذا ركع وإذا رفع رأسه من الركوع ،رواته ثقات''

ترجمہ: تو (سیدنا) عبداللہ بن الزبیر (رضی اللہ عنہ) نے فرمایا: میں نے (سیدنا) ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ کے پیچھے نماز پڑھی ہے پس آپ شروع نماز، رکوع سے پہلے اور رکوع سے سر اٹھاتے وقت رفع یدین کرتے تھے اور ابوبکر (الصدیق رضی اللہ عنہ) نے فرمایا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھی ہے پس آپ شروع نماز، رکوع سے پہلے اور کوع سے سر اُٹھاتے وقت رفع یدین کرتے تھے (بیہقی نے فرمایا) اس حدیث کے راوی ثقہ ہیں۔

معلوم ہوا کہ نہ تو سیدنا عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہ نے سیدنا ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ سے کوئی سوال کیا ہے اور نہ یہ فرمایا ہے کہ ''ایک دفعہ حضرت صدیق ؓ نے نماز میں رکوع والی رفع یدین کی'' ایک دفعہ کا لفظ بھی اوکاڑوی کا گھڑا ہوا ہے۔

(ج ۲ ص ۷۳)

اوکاڑوی جھوٹ نمبر:42

اوکاڑوی صاحب لکھتے ہیں کہ

''الغرض اس تیسری صدی کے شروع میں ساری دنیا میں یہی ایک آدمی رفع یدین کرنے والا تھا جس کا دماغ

چل گیا تھا'' (مجموعہ رسائل ج ۴ ص ۱۶۲)

تبصرہ: اس اوکاڑوی جھوٹ کے برخلاف امام احمد بن حنبل (متوفی ۲۴۱ھ) کا قول درج ذیل ہے:

میں نے معتمر (بن سلیمان) [متوفی ۱۸۷ھ] یحییٰ بن سعید (القطان) [متوفی ۱۹۸ھ] عبدالرحمٰن (بن مہدی) [متوفی ۱۹۸ھ] یحییٰ (بن معین) [متوفی ۲۳۳ھ] اور اسماعیل (بن علیہ) [وفات ۱۹۳ھ] کو دیکھا وہ رکوع کے وقت اور جب رکوع سے سر اٹھاتے تو رفع یدین کرتے تھے۔ (جزء رفع الیدین: ۱۲۱)

کیا خیال ہے تیسری صدی ہجری میں وفات پانے والے امام یحییٰ بن معین اور امام احمد بن حنبل وغیرہما کس وقت رفع یدین کرتے تھے؟ یاد رہے کہ ان کے علاوہ اور بھی بہت سے حوالے ہیں مثلاً امام بخاری رحمہ اللہ کس صدی میں رفع یدین کرتے تھے؟ دوسری صدی ہجری میں وفات پانے والے امام عبدالرحمٰن بن مہدی کسی وقت رفع یدین کرتے تھے؟

جھوٹ نمبر 43:

اوکاڑوی لکھتا ہے کہ

''امام زہری عظیم محدث ہیں مگر غیر مقلدین کی تحقیق میں وہ شیعہ تھے چنانچہ غیر مقلدین کے مایۂ ناز محقق حکیم فیض عالم صدیقی خطیب جامع مسجد اہل حدیث محلّہ مستریاں جہلم...'' (مجموعہ رسائل ج ۴ ص ۱۷۱)

تبصرہ: حکیم فیض عالم صدیقی ایک ناصبی اور گمراہ شخص تھا جس کی گمراہیوں سے تمام اہل حدیث بری ہیں۔ راقم الحروف نے حکیم فیض عالم کا شدید رد لکھا ہے دیکھئے الحدیث حضرو: ۳ ص ۴۳، الحدیث حضرو: ۸ ص ۱۶، ۱۷

امام زہری کی جلالت شان و عدالت و ثقاہت کے لیے دیکھئے الحدیث: ۳ ص ۴۱، ۴۲

جھوٹ نمبر 44:

اوکاڑوی صاحب سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث کے بارے میں لکھتے ہیں کہ

''اور پہلی تکبیر کے بعد ہر جگہ رفع یدین کا ترک بھی ثابت ہے...... (المدونۃ الکبریٰ ص ۶۸ ج ۱)''

(مجموعہ رسائل ج ۴ ص ۱۷۳)

تبصرہ: ہمارے نسخہ میں سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما والی روایت صفحہ ۷۱ پر موجود ہے۔

''**كان يرفع يديه حذو منكبيه إذا افتتح التكبير للصلوٰة**'' یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز کے لیے تکبیر افتتاح کہتے تو کندھوں تک رفع یدین کرتے تھے (المدونۃ ج ۱ ص ۷۱)

اس میں ترک رفع یدین کا نام و نشان تک نہیں ہے۔

تنبیہ: المدونۃ الکبریٰ امام مالک کی کتاب نہیں ہے۔ صاحبِ مدونہ ''سحنون'' تک متصل سند نا معلوم ہے۔ لہٰذا

یہ ساری کتاب بے سند ہوئی۔ایک مشہور عالم ابوعثمان سعید بن محمد المغربی رحمہ اللہ نے مدونہ کے رد میں ایک کتاب لکھی ہے(سیر اعلام النبلاء ج۱۴ص۲۰۶) وہ اس کتاب کو''مدودہ''(کیڑوں والی کتاب) کہتے تھے۔

(العبر فی خبر من غبر ۲/۱۱۲)

نیز دیکھئے میری کتاب القول المتین فی الجہر بالتأمین ص۴۷

اوکاڑوی جھوٹ نمبر:45

سیدنا ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ سے مروی ایک حدیث کا ترجمہ کرتے ہوئے اوکاڑوی صاحب لکھتے ہیں کہ

''اسی طرح ساری نماز (بغیر رفع یدین اور بغیر جلسۂ استراحت) کے پڑھائی اور نماز کے بعد فرمایا: لوگو! یہ ہے وہ نماز جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں پڑھ کر دکھاتے تھے (رواہ احمد واسنادہ حسن آثار السنن ص۱۲۰،۱۲۱ج۱)''

(مجموعہ رسائل ج۴ص۱۹۰)

تبصرہ: یہ روایت آثار السنن (ح۴۵۰) ومسند احمد (ج۵ص۳۴۳ ح۲۳۲۹۴) میں طویل متن کے ساتھ موجود ہے لیکن اس میں نہ تو ترک رفع یدین کا ذکر ہے اور نہ ترکِ جلسۂ استراحت کا، یہ دونوں باتیں اوکاڑوی صاحب نے گھڑ کر بریکٹ میں لکھ دی ہیں۔

تنبیہ: اس روایت کی سند میں ایک راوی شہر بن حوشب ہے جو کہ موثق عندالجمہور اور حسن الحدیث ہے۔

جھوٹ نمبر 46:

غیر مستند کتاب المدونہ کی ایک روایت (جس کا ذکر اوکاڑوی جھوٹ نمبر ۴۴ میں گزر چکا ہے) کا ترجمہ کرتے ہوئے اوکاڑوی صاحب لکھتے ہیں کہ

''حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں صرف پہلی تکبیر کے وقت ہی رفع یدین کرتے تھے۔'' (مجموعہ رسائل ج۴ص۲۱۷)

تبصرہ: یہ ترجمہ جھوٹ اور افتراء پر مبنی ہے۔اس حدیث ((إن رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یرفع یدیہ حذو منکبیہ إذا افتتح الصلوٰۃ)) کا صحیح ترجمہ درج ذیل ہے:

بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز شروع کرتے تو اپنے دونوں ہاتھ کندھوں تک اُٹھاتے تھے۔

''صرف پہلی تکبیر کے وقت ہی'' کے الفاظ سرے سے اس حدیث میں موجود نہیں ہیں۔

اوکاڑوی جھوٹ نمبر:47

اوکاڑوی صاحب لکھتے ہیں کہ

''تکبیر تحریمہ کے وقت سب رفع یدین کرتے ہیں، کسی کو اختلاف نہیں، کیونکہ اس رفع یدین کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم بھی دیا اور اس پر عمل بھی فرمایا...'' (مجموعہ رسائل ج۴ص۲۲۷)

تبصرہ: تکبیر تحریمہ کے وقت، رفع یدین کا حکم ہمیں کسی حدیث میں نہیں ملا۔ اگر دیوبندی حضرات یہ حکم باحوالہ پیش کریں تو جھوٹ نمبر: ۴۷ سے اوکاڑوی صاحب کو باہر نکال سکتے ہیں۔

اوکاڑوی جھوٹ نمبر:48

مشہور ثقہ عندالجمہور راوی عبدالحمید بن جعفر کے بارے میں اوکاڑوی لکھتا ہے کہ:

''اس کی سند میں عبدالحمید بن جعفر ضعیف ہے (میزان)'' (مجموعہ رسائل ج۴ص۲۸۲)

تبصرہ: حالانکہ میزان الاعتدال میں یہ لکھا ہوا ہے کہ ''وقال ابن معين ثقة.'' اسے علی بن المدینی نے ثقہ اور نسائی واحمد بن حنبل نے: ليس به بأس کہا، ابوحاتم اور سفیان نے جرح کی۔ (میزان الاعتدال ج۲ص۵۳۹)

معلوم ہوا کہ جمہور کے نزدیک عبدالحمید مذکور ثقہ و ليس به بأس ہے۔ حافظ ذہبی لکھتے ہیں:

''صح'' (میزان الاعتدال ج۲ص۵۳۹ ت ۴۷۶۷)

حافظ ذہبی جب ''صح'' کی علامت لکھیں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ عمل اس راوی کے ثقہ ہونے پر (ہی) ہے۔ (لسان المیزان ج۲ص۱۵۹ البدر المنیر لابن الملقن ۲۰۸/۱) یعنی ایسا راوی ثقہ ہوتا ہے۔

تنبیہ: حافظ ذہبی نے میزان میں عبدالحمید بن جعفر کو ضعیف نہیں لکھا۔ اور الکاشف میں لکھا ہے کہ ''ثقة'' (ج۲ص۱۳۳) والحمدللہ

اوکاڑوی جھوٹ نمبر:49

اوکاڑوی صاحب لکھتے ہیں کہ

''علماء غیر مقلدین کا دعویٰ ہے کہ ہم صرف قرآن وحدیث کے مسائل لکھتے ہیں۔ اس دعویٰ سے انہوں نے ہدیۃ المھدی، نزل الابرار، نہج المقبول، بدور الاھلہ، الروضۃ الندیۃ، فقہ محمدیہ، عرف الجادی وغیرہ بہت سی کتابیں لکھیں، ان کتابوں کے بارے میں علماء غیر مقلدین اور عوام غیر مقلدین میں بہت جھگڑا ہے، علماء کہتے ہیں، یہ قرآن وحدیث کے خالص مسائل ہیں، ان میں قیاس ورائے کا کوئی دخل نہیں، عوام غیر مقلدین کہتے ہیں کہ ہمارے علماء قرآن وحدیث کا نام لے کر جھوٹ لکھ رہے ہیں۔ یہ مسائل تو قرآن وحدیث کے خلاف ہیں۔ الغرض علماء کے نزدیک عوام غیر مقلدین ان کتابوں کا انکار کر کے قرآن وحدیث کے مسائل کے منکر ہیں اور عوام غیر مقلدین کے نزدیک علماء قرآن وحدیث پر جھوٹ بولنے والے تھے۔'' (مجموعہ رسائل ج۴ص۳۰۹ غیر مقلدین کے رسالہ مکتوب مفتوح پر ایک نظر)

تبصرہ: اوکاڑوی صاحب کے اس کلام سے معلوم ہوا کہ اہلِ حدیث علماء کے نزدیک الروضۃ الندیہ، ہدیۃ المہدی،

نزل الابرار، عرف الجادی اور بدور الاہلہ وغیرہ کتابیں مقبول ہیں۔

دوسری جگہ خود اوکاڑوی صاحب لکھتے ہیں کہ

''نواب صدیق حسن نے فقہ حنفی کو تو جھوٹ فریب کہا مگر زیدی شیعہ شوکانی یمن کی فقہ کی کتاب الدر البھیہ کو من وعن قبول کرلیا اور اس کی شرح الروضۃ الندیہ لکھ کر اپنے مذہب کی فقہ بنالیا۔ اس کے بعد نواب وحید الزمان نے ہدیۃ المہدی، نزل الابرار من فقہ النبی المختار اور کنز الحقائق، میر نور الحسن نے عرف الجادی من جنان ھدی الھادی اور صدیق حسن نے بدور الاہلہ وغیرہ کتابیں لکھیں مگر ان کتابوں کا جو حشر ہوا وہ خدا کسی دشمن کی کتاب کا بھی نہ کرے۔ نہ ہی غیر مقلد مدارس نے ان کو قبول کیا کہ ان میں سے کسی کتاب کو داخل نصاب کر لیتے، نہ ہی غیر مقلد مفتیوں نے ان کو قبول کیا کہ اپنے فتاویٰ میں ان کو لیتے اور نہ ہی غیر مقلدین عوام نے ان کو قبول کیا۔ وہ مرزا قادیانی اور سوامی دیانند کی کتابوں سے اتنا نہیں جلتے جتنا ان کتابوں کے نام سے جلتے ہیں۔''

(تجلیات صفدر، جمعیۃ اشاعۃ العلوم الحنفیہ فیصل آباد ج ا ص ۶۲۰، ۶۲۱)

اوکاڑوی کے اس کلام سے معلوم ہوا کہ اہلِ حدیث مدرسین ومفتیان کے نزدیک ہدیۃ المہدی، نزل الابرار اور عرف الجادی وغیرہ غیر مقبول (مردود) کتابیں ہیں۔

اسی طرح اوکاڑوی صاحب دوسری جگہ لکھتے ہیں کہ

''غیر مقلدین میں اگرچہ کئی فرقے اور بہت سے اختلافات ہیں۔ اتنے اختلافات کسی اور فرقے میں نہیں ہیں مگر ایک بات پر غیر مقلدین کے تمام فرقوں کا اتفاق اور اجماع ہے وہ یہ ہے کہ غیر مقلدین کو نہ قرآن آتا ہے نہ حدیث۔ کیونکہ نواب صدیق حسن خان، میاں نذیر حسین، نواب وحید الزمان، میر نور الحسن، مولوی محمد حسین اور مولوی ثناء اللہ وغیرہ نے جو کتابیں لکھی ہیں اگرچہ وہ یہ کہتے ہیں کہ ہم نے قرآن وحدیث کے مسائل لکھے ہیں لیکن غیر مقلدین کے تمام فرقوں کے علماء اور عوام بالاتفاق ان کتابوں کو غلط قرار دے کر مسترد کر چکے ہیں بلکہ برملا تقریروں میں کہتے ہیں کہ ان کتابوں کو آگ لگا دو۔'' (مجموعہ رسائل ج ا ص ۲۲ تحقیق مسئلہ تقلید ص ۶)

اس بیان سے معلوم ہوا کہ تمام اہلِ حدیث علماء کے نزدیک نواب وحید الزمان ومیر نور الحسن وغیرہما کی کتابیں (مثلاً ہدیۃ المہدی، نزل الابرار اور عرف الجادی) غلط اور مسترد ہیں۔

ایک جگہ اوکاڑوی صاحب کہتے ہیں کہ اہلِ حدیث علماء ان کتابوں کو ''قرآن وحدیث کے خالص مسائل'' مانتے ہیں اور دوسری جگہ کہہ رہے ہیں کہ ''علماء اور عوام بالاتفاق ان کتابوں کو غلط قرار دے کر مسترد کر چکے ہیں'' ان دونوں متضاد دعووں میں سے ایک دعوے میں اوکاڑوی صاحب خود جھوٹے ہیں۔

جھوٹ نمبر 50:

رکوع سے پہلے اور بعد والے رفع یدین کے بارے میں اہلِ حدیث پر تنقید کرتے ہوئے اوکاڑوی صاحب لکھتے ہیں کہ

''کبھی متنازعہ رفع یدین کی حدیث کے متواتر ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں، یہ بھی سراسر جھوٹ ہے۔''

(مجموعہ رسائل ج۴ص۲۸۴)

تبصرہ: معلوم ہوا کہ اوکاڑوی صاحب کے نزدیک رفع یدین کو متواتر کہنا جھوٹ ہے۔ اس کے برعکس انور شاہ کشمیری دیوبندی فرماتے ہیں کہ

''ولیعلم أن الرفع متواتر إسناداً وعملاً لا یشک فیه ولم ینسخ ولا حرف منه وإنما بقی الکلام فی الأفضلیة'' (نیل الفرقدین ص۲۲)

ترجمہ: اور جاننا چاہیے کہ رفع یدین، بلحاظِ سند و بلحاظ عمل متواتر ہے، اس میں کوئی شک نہیں ہے۔ یہ منسوخ نہیں ہوا اور نہ اس کا کوئی حرف منسوخ ہوا ہے۔ صرف افضلیت میں کلام باقی ہے۔

معلوم ہوا کہ اوکاڑوی صاحب کے ظہور وشیوع سے پہلے ہی انور شاہ کشمیری صاحب کے نزدیک اوکاڑوی صاحب کذاب ہیں۔

قارئین کرام!

ماسٹر امین اوکاڑوی صاحب کے پچاس جھوٹ مکمل ہوگئے۔ ان کے علاوہ بھی اوکاڑوی صاحب کے اور بہت سے جھوٹ ہیں مثلاً اوکاڑوی صاحب لکھتے ہیں کہ

حدیث دہم: **''عن عبداللہ بن مسعودؓ ان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم کان اذا کبر سکت هنیئة واذا قال غیر المغضوب علیهم ولا الضالین سکت هنیئة وإذا قام فی الرکعة الثانیة لم یسکت وقال الحمدللّٰہ رب العالمین .''**(ابوبکر بن ابی شیبہ)

ترجمہ: ''حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے۔ کہ تحقیق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جس وقت کہ تکبیر کہتے تھے۔ تھوڑا سا سکتہ کرتے تھے۔ اور جب غیر المغضوب علیھم ولا الضالین کہتے تھے تب بھی تھوڑا سا سکتہ کرتے تھے۔ اور جب دوسری رکعت میں کھڑا ہوتے تھے تو سکتہ نہ کرتے تھے بلکہ کہتے تھے الحمدللہ رب العالمین''

(مجموعہ رسائل ج۱ص۱۳۸، ۱۳۹ تحقیق مسئلہ آمین ص۲۶، ۲۷)

یہ روایت ہمیں نہ تو مصنف ابن ابی شیبہ میں ملی ہے اور نہ مسند ابن ابی شیبہ میں اور نہ حدیث کی کسی اور کتاب میں!

تنبیہ: ماسٹر محمد امین اوکاڑوی دیوبندی حیاتی کے یہ پچاس جھوٹ مع تبصرہ، راقم الحروف کی کتاب ''اکاذیب آلِ دیوبند'' سے پیش کئے گئے ہیں۔ **وما علینا إلا البلاغ**

ابوالاسجد محمد صدیق رضا

غیر ثابت قصے

سترہواں قصہ (۱۷) غار میں مکڑی اور کبوتر کا قصّہ

(ابو) مصعب المکی کہتے ہیں کہ میں نے سیدنا زید بن ارقم وسیدنا انس بن مالک اور سیدنا مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہم کو پایا وہ بیان کررہے تھے:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے غار والی رات کو حکم دیا تو غار کے دہانے پھر ایک درخت اُگا اور اُس نے اُسے چھپا دیا، اور اللہ تعالیٰ نے مکڑی کو حکم دیا تو اُس نے غار کے دہانے پر ایک جال بُن دیا اور اُس دہانے کو چھپا دیا۔ اور دو جنگلی کبوتریوں کو حکم دیا تو وہ غار کے منہ پر کھڑی ہوگئیں۔ اور قریش کے جوان اپنی لاٹھیوں، سامان جنگ اور تلواروں کے ساتھ وہاں آگئے حتیٰ کہ جب وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے (۴۰) چالیس ہاتھ دور تھے تو اُن میں کوئی غار کی طرف دیکھنے لگا اور کہا: میں نے غار کے دہانے پر دو کبوتروں کو دیکھا تو میں سمجھ گیا کہ اُس میں کوئی نہیں رسول اللہ ﷺ نے اُس کی یہ بات سن لی اور جان لیا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کبوتروں کے ذریعے ان لوگوں کو ہم سے دور کردیا۔ تو آپ ﷺ نے اُن۔۔۔

تخریج: ابن سعد نے الطبقات الکبریٰ (ج ۱ ص ۲۲۸ وص ۲۲۹) ابن سید الناس نے ''عیون الأثر'' (ص ۲۲۰) عقیلی نے الضعفاء الکبیر (ج ۳ ص ۴۲۲) اسماعیل الاصبہانی نے دلائل النبوۃ (ص ۶۷) ابونعیم نے دلائل النبوۃ (ج ۲ ص ۳۲۵) بیہقی نے دلائل النبوۃ (ج ۲ ص ۴۸۱ وص ۴۸۲) اور خیثمہ نے ''فضائل ابی بکر الصدیق رضی اللہ عنہ'' (ص ۱۳۶) میں ''مسلم بن إبراهیم: ثنا عون بن عمرو القیسي'' کی سند سے یہ روایت بیان کی ہے۔

جرح: اِس کی سند ساقط (گری ہوئی) ہے۔ اِس میں دو علّتیں ہیں:

پہلی علّت: عون بن عَمر و القیسی ہے ابن معین نے اس کے متعلق فرمایا: ''لا شيء'' یہ کچھ بھی نہیں (اِس کی کوئی حیثیت نہیں) اور بخاری نے فرمایا: منکر الحدیث ومجہول ہے۔

دوسری علّت: ابومصعب المکی ہے۔ عقیلی نے اس کے متعلق فرمایا: یہ مجہول ہے۔ اور ذہبی نے فرمایا: ''لا یعرف'' یہ پہچانا نہیں جاتا۔

حوالے: دیکھئے میزان الاعتدال (ج ۴ ص ۲۲۶) لسان المیزان (ج ۷ ص ۱۰۶) اور عقیلی کی الضعفاء الکبیر (ج ۳ ص ۴۲۳) علامہ ہیثمی نے مجمع الزوائد (ج ۶ ص ۵۲) میں یہ روایت بیان کی پھر فرمایا: ''رواہ البزار وفیه جماعة لم أعرفھم'' اسے بزار نے روایت کیا اور اِس کی سند میں راویوں کی ایک جماعت ہے جنھیں میں نہیں جانتا۔

اور ابن کثیر نے البدایہ والنہایہ (ج ۳ ص ۱۸۱) میں اسے بیان کیا اور پھر فرمایا: اس سند کے ساتھ یہ روایت نہایت ہی غریب ہے۔ (مطلب: انجانی اور غیر مشہور ہے)

روایتِ مذکورہ کی ایک اور سند:

امام احمد نے اِسے مسند (ج ۱ ص ۳۴۸) طبرانی نے المعجم الکبیر (ج ۱۱ ص ۴۰۷) عبدالرزاق نے المصنف (ج ۵ ص ۳۸۹) اپنی تفسیر (ق ص ۹۲/ط) اور طبری نے تفسیر (۶ ص ۲۲۸) میں

''عثمان الجزري أن مقسماً مولی ابن عباس أخبره عن ابن عباس '' کی سند سے بیان کیا کہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان ﴿ وَاِذْيَمْكُرُ بِكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِيُثْبِتُوْكَ ..... ﴾

اور جب کافر لوگ آپ کے بارے میں یہ چال سوچ رہے تھے کہ آپ کو قید کرلیں یا قتل کردیں۔۔۔(الانفال: ۳۰)

ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس کے متعلق فرمایا: قریش نے ایک رات مکہ میں مشاورت کی ۔۔۔۔۔۔تو وہ پہاڑوں پر چڑھ دوڑے اور غار کے قریب سے گزرے تو غار کے دروازے پر مکڑی کا جال دیکھا اور کہا کہ اگر آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) اِس میں داخل ہوئے ہوتے تو اس کے دروازے پر مکڑی کا یہ جال نہ ہوتا۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم تین راتیں اُس میں ٹھہرے رہے۔۔۔۔

جرح: اس کی سند بھی ضعیف ہے۔ اس میں عثمان بن عَمرو بن ساج الجزری ہے اس کے متعلق ابو حاتم نے فرمایا: ''لا یحتج به'' اس سے حجت نہ پکڑی جائے۔ عقیلی نے فرمایا: اِس کی حدیث میں متابعت نہیں کی جاتی اور ابن حجر نے فرمایا: اِس میں ضعف ہے۔

حوالے: دیکھئے تہذیب التہذیب (ج ۷ ص ۱۳۱) تقریب التہذیب (ص ۳۸۶) امام ذہبی کی الکاشف (ج ۲ ص ۲۲۳) اور ہیثمی نے مجمع الزوائد (ج ۷ ص ۲۷) میں اسے ذکر کیا پھر فرمایا: اسے طبرانی نے روایت کیا اِس کی سند میں عثمان بن عمرو الجزری ہے ابن حبان نے اِس کی توثیق کی اور دیگر نے اس کو ضعیف قرار دیا اس کے بقیہ راوی صحیح بخاری کے راوی ہیں۔

اور ابن کثیر نے البدایہ والنہایہ (ج ۳ ص ۱۸۱) میں اس حدیث کو ذکر کرنے کے بعد فرمایا: اِس کی سند حسن ہے۔ اور ابن حجر نے بھی اُن کی پیروی کی۔ (فتح الباری ج ۷ ص ۱۸۸) سو اِس تحسین پر غور کی ضرورت ہے اِس لئے کہ عثمان الجزری ضعیف الحدیث ہے (نہ کہ حسن الحدیث) جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے۔ الشیخ البانی نے بھی ''فقہ السیرۃ'' کی تخریج میں اِسے ضعیف قرار دیا۔

اِس روایت کی ایک اور سند:

ابوبکر المَروزی نے ''مسند ابی بکر الصدیق'' (رضی اللہ عنہ) میں (ح ۷۳) اسے ''بشار الخفاف قال: حدثنا

جعفر بن سليمان قال: حدثنا أبو عمران الجوني قال حدثنا المعلّى بن زياد عن الحسن'' کی سند سے بیان کیا کہ ''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ساتھ (ہجرت کے سفر پر) نکلے اور غار میں داخل ہوئے، ایک مکڑی آئی اور اُس نے غار کے منہ پر ایک جال بنا۔۔۔'' الحدیث

جرح: اِس کی سند (بھی) ضعیف ہے۔ اِس میں دو علّتیں ہیں:

پہلی علت: بشار بن الحکاف، ابن موسیٰ ہے اور یہ ضعیف اور کثیر الغلط ہے۔ جیسا کہ تقریب التہذیب (ص ۱۲۲) میں لکھا ہوا ہے۔

دوسری علت: اِرسال ہے۔

اِس حدیث کو علّامہ البانی نے بھی تخریج فقہ السیرۃ میں ضعیف کہا (ص ۱۶۳)

عرضِ مترجم: تحقیق کا خلاصہ یہ ہے کہ یہ حدیث تین سندوں سے مذکور ہے تینوں میں سے ہر ایک کا ضعف آپ کے سامنے ہے۔ باقی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا سیدنا ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہجرت کا واقعہ قرآن واحادیث صحیحہ کثیرہ سے ثابت ہے۔ نیز غارِ ثور میں تین راتیں قیام فرمانا اور کفار کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے تعاقب میں غار کے دہانے تک آپہنچنا بھی احادیث صحیحہ میں مذکور ہے اِس کی تفصیل کے لئے دیکھئے۔ سورۃ توبہ: ۴۰، صحیح البخاری، کتاب الفضائل۔ البتہ غار کے دہانے پر درخت کا اُگنا، مکڑی کا جال بننا، دو کبوتروں کا کھڑا ہونا ثابت نہیں لہٰذا اس کے بیان کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔

اٹھارہواں قصہ (۱۸) سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بستر پر سونے کا قصہ

ابنِ عباس رضی اللہ عنہ نے آیت ﴿وَاِذْ يَمْكُرُ بِكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِيُثْبِتُوْكَ﴾ (ترجمہ: کہ جب کفار آپ کے متعلق یہ چالیں بنا رہے تھے کہ آپ کو قید کرلیں) سے متعلق فرمایا: ایک رات قریش نے مکہ میں مشاورت کی۔ تو اُن میں سے کسی نے کہا صبح ہو تو انھیں رسیوں سے باندھ لو۔ ان (بدبختوں) کی اس سے مراد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس تھی اور کسی نے کہا کہ نہیں بلکہ انھیں مکہ سے نکال دو۔

تو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اِس پر اطلاع دی۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک بستر پر وہ رات گزاری اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (سفر ہجرت کے لئے) تشریف لے گئے یہاں تک کہ غار میں داخل ہوگئے۔ اور مشرکین ساری رات علی رضی اللہ عنہ کی نگرانی کرتے رہے انھیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سمجھتے ہوئے۔ جب انھوں نے صبح کی تو اُن پر پل پڑے جب یہ دیکھا کہ یہ تو علی ہیں (رضی اللہ عنہ) پس، اللہ تعالیٰ نے اُن کا مکر اُنھی پر لوٹا دیا۔ تو انھوں نے کہا کہ آپ کے صاحب کہاں ہیں؟ تو سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نہیں جانتا۔۔۔ الحدیث۔ (یہ روایت ضعیف ہے)

تخریج: اِسے امام احمد نے مسند (ج ۱ ص ۳۴۸) طبرانی (المعجم الکبیر ج ۱۱ ص ۴۰۷) عبد الرزاق (المصنّف

ج۵ص ۳۸۹، تفسیر ق ۹۲/ط) میں اور طبری نے تفسیر (ج۶ص ۲۲۸) میں ''عثمان الجزري أن مقسما مولی ابن عباس أخبره عن ابن عباس'' کی سند سے اِسے روایت کیا

(علّامہ الفوزی نے اس پر تمام کلام نقل فرمایا جو اِس سے پہلے سترہویں (۱۷) قصہ میں گزر چکا ہے وہیں ملاحظہ کیجئے: مترجم)

اس روایت کی ایک اور سند:

طبری نے تفسیر (ج۶ص ۲۲۸) میں ''عبدالرزاق .... قال سمعت أبي یحدث عن عکرمة'' کی سند سے بیان کیا۔ کہ آیت بالا کی تفسیر میں عکرمہ نے فرمایا:

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ غار کی طرف نکلے تو آپ نے علی کو حکم دیا تو وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک بستر پر سوئیں۔.......................

اور مشرکین ساری رات اُن کی نگرانی کرتے رہے جب اُنھیں سویا ہوا دیکھا تو وہ یہی سمجھتے رہے کہ یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں تو انھیں (سویا ہوا) چھوڑے رکھا۔ جب انھوں نے صبح کی تو اُن پر چڑھ دوڑے۔ پس وہ تو اُن کے سامنے علی (رضی اللہ عنہ) تھے تو پوچھا کہ آپ کے صاحب کہاں ہیں؟ فرمایا مجھے معلوم نہیں۔ تو اُن مشرکین نے آپ کی طلب میں بڑی مشقتیں اٹھائیں اور بہت خوار ہوئے۔

جرح: اِس کی سند میں دو علّتیں ہیں:

پہلی علت: ہمام ابن نافع الحمیری، عبدالرزاق کے والد۔ تو یہ مقبول راوی ہیں التقریب (۷۴ ۵) تب جب اُن کی متابعت کی جائے ورنہ لین الحدیث ہیں۔

دوسری علت: ارسال۔ (عکرمہ تابعی ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کی روایت مرسل ہوئی۔ مترجم)

اِس حدیث کی ایک اور سند:

ابن کثیر نے البدایہ والنہایہ میں (ج۳ص ۱۸۳) اس ''ابن لهیعة عن أبی الأسود عن عروة بن الزبیر'' کی سند سے بیان کیا۔ اس کی سند بھی ضعیف ہے اس میں دو علّتیں ہیں:

پہلی علت: ابن لہیعہ ضعیف ہے اس سے حجت نہیں لی جاتی۔

دوسری علت: الارسال۔

عرضِ مترجم: اِس ضعیف روایت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سفرِ ہجرت کے لئے رات کو نکلے جبکہ صحیح روایت سے ثابت ہوتا ہے کہ ٹھیک دوپہر کے وقت نکلے تھے۔ اُم المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

''فبینما نحن یوماً جلوس في بیت أبي بکر في نحر الظهیرة . قال قائل لأ بي بکر: هٰذا رسول الله

صلى الله وسلم متقنعاً ، في ساعة لم يكن يأتينا فيها فقال أبوبكر :فداء له أبي و أمي،والله ماجاءَ به في هذه الساعة إلا أمر ....((فإني قد أذن لي في الخروج)) فقال أبوبكر : الصحابة بأبي أنت يارسول الله ! قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ''نعم''قال أبوبكر : فخذ- بأبي أنت يا رسول الله! إحدى راحلتي ها تين ، قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ''بالثمن''قالت عائشة: فجهَّزنا هما أحثَّ الجهاز ، وضعنا لهما سُفرة في جِراب ....قالت: ثم لحق رسول الله صلى الله عليه وسلم وأبوبكر بغا رفي جبل ثور،......''

اس دوران میں کہ ایک دن ٹھیک دوپہر کے وقت ہم ابوبکر رضی اللہ عنہ کے گھر میں بیٹھے ہوئے تھے تو کہنے والے نے ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کہا۔ یہ تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم (تشریف لا رہے) ہیں سر پر کپڑا باندھے ہوئے۔آپ ایسے وقت تشریف لا رہے تھے کہ ایسے وقت آپ ہمارے گھر تشریف نہیں لاتے تھے،تو سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا میرے ماں باپ ان پر فدا ہوں۔اللہ کی قسم آپ اس وقت تشریف نہیں لائے مگر کسی خاص کام سے۔۔۔تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے ہجرت کی اجازت مل گئی۔تو ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میرا باپ آپ پر قربان ان دو اونٹنیوں میں سے ایک آپ لے لیجیے،رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:''قیمتاً لوں گا۔''

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں پھر ہم نے جلدی سے سامان سفر تیار کیا کچھ کھانا ایک چمڑے کے تھیلے میں ۔۔۔۔۔پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر رضی اللہ عنہ غار ثور میں آ ٹھہرے۔۔۔۔۔۔

(صحیح البخاري، کتاب مناقب الانصار، رقم الحدیث:۳۹۰۵)

معلوم ہوا کہ مذکورہ روایت صرف ضعیف ہی نہیں بلکہ صحیح حدیث کے خلاف بھی ہے۔

انیسواں قصہ (۱۹) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک قصہ:

سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی مسجد میں ایک مجلس پر گزرے تو فرمایا: دونوں ہی خیر پر ہیں ان میں سے ایک دوسرے سے افضل ہے۔ بہر حال یہ لوگ اللہ سے دعائیں مانگ رہے ہیں اور اُس کی طرف راغب ہیں اگر اللہ چاہے تو انھیں عطا فرما دے اگر چاہے تو منع فرما دے۔اور رہے یہ لوگ تو یہ دین کی سوجھ بوجھ اور علم سکھا رہے ہیں تو یہ ان سے افضل ہیں اور میں تو معلّم بنا کر بھیجا گیا ہوں پھر آپ اُس محفل میں تشریف فرما ہوئے ۔ یہ سخت ضعیف روایت ہے۔

تخریج: یہ روایت بیہقی نے المدخل (ص۳۰۶) میں ابن المبارک نے کتاب الزہد (۴۸۸) میں دارمی نے اپنی سنن (ج۱ص۹۹) میں خطیب بغدادی نے الفقیہ والمتفقہ (ج۱ص۱۱) میں اورالطیالسی نے اپنی مسند (ص۲۹۸) میں ''عبدالرحمٰن بن زیاد بن أنعم الأفریقي عن عبدالرحمٰن بن رافع عن عبداللہ بن بن عَمْرو '' کی

سند سے بیان کیا۔

جرح: اس کی سند سخت ضعیف ہے اور اس میں دو علتیں ہیں:

پہلی علت: عبدالرحمٰن بن زیاد انعم الافریقی ہے یہ ضعیف ہے (تقریب التہذیب ص ۳۴۰)

دوسری علت: عبدالرحمٰن بن رافع التنوخی ہے یہ ضعیف ہے۔ (تقریب التہذیب ص ۳۴۰)

یہ روایت ابن ماجہ نے اپنی سنن (ج ۱ ص ۸۳ ح ۲۲۹) میں ''**داود بن الزبرقان عن بکر بن خُنیس عن عبدالرحمن بن زیاد عن عبداللہ بن یزید عن عبداللہ بن عَمرو**'' کی سند سے بیان کی۔

جرح: اس کی سند بھی بود (کمزور) ہی ہے اس میں دو علتیں ہیں:

پہلی علت: داود بن الزبرقان الرقاشی ہے یہ متروک راوی ہے اور الازدی (بذاتِ خود مجروح) نے اِسے کذاب قرار دیا۔ (تقریب التہذیب ص ۱۹۸)

دوسری علت: عبدالرحمٰن بن زیاد بن انعم الافریقی ضعیف راوی ہے۔ (التقریب ص ۳۴۰)

حافظ العراقی نے احیاء العلوم کی تخریج میں فرمایا: اِسے ابن ماجہ نے عبداللہ بن عَمرو رضی اللہ عنہ کی روایت سے ضعیف سند کے ساتھ بیان فرمایا۔

عرض مترجم: علم کی فضیلت پر قرآن مجید کی بہت سی آیات اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بہت سی احادیث صحیح اور حسن سند سے ثابت ہیں پھر اس ضعیف روایت کو بیان کرنے کی کیا ضرورت باقی رہتی ہے؟

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا معلّم ہونا ایک بیّن حقیقت ہے قرآنی نصوص اِس پر واضح دلالت کرتی ہیں جیسے آل عمران کی آیت نمبر ۱۶۴۔ الجمعۃ کی آیت نمبر ۲ جو ہمیں اس ضعیف روایت کے بیان کرنے سے مستغنی کر دیتی ہیں۔

بیسواں قصہ (۲۰) سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کا لشکر سمیت دجلہ عبور کرنے کا قصہ

ابن الرفیل سے روایت ہے کہ جب سیدنا سعد رضی اللہ عنہ نہر شیر نامی شہر میں پہنچے، یہ آبادی قریب یا نیچے کی جانب تھی۔ تو آپ نے کشتیاں طلب فرمائیں تاکہ لوگوں کو دریا پار کرا کر شہر کی پرلی (دوسری) جانب لے جائیں۔ تو انھیں کچھ نہ ملا، وہاں کے لوگوں نے اپنی کشتیاں روک لی تھیں۔ پس آپ ماہِ صفر کے چند دن نہر شیر میں ہی مقیم رہے، آپ کے ساتھی اُتر کر دریا پار کرنا چاہتے تھے لیکن مسلمین کی حفاظت اور اُن پر شفقت آپ کو روکے ہوئی تھی۔

یہاں تک کہ چند مدبر لوگ آپ کے پاس آئے اور آپ کو دریا کے کم پانی والی جگہ بتلائی کہ جس سے پانی میں گھس کر وادی کی پشت کی جانب پہنچا جا سکتا تھا۔ سیدنا سعد رضی اللہ عنہ نے اس سے انکار کر دیا اور آپ کو اِس معاملہ میں تردّد رہا۔ اور اچانک دریا میں سیلاب آ گیا۔ پس سیدنا سعد رضی اللہ عنہ نے ایک خواب دیکھا کہ مسلمانوں کے گھوڑے دریا میں کود پڑے ہیں۔ اور سیلاب آنے سے ایک بہت بڑا معاملہ ہو گیا۔ تو سعد رضی اللہ عنہ نے اپنے اِس خواب کی تعبیر کا عزم

فرمایا دریا پار کر جانے کے خواب کا۔ تو آپ نے لوگوں کو جمع کیا اور (خطبہ ارشاد فرمایا) اللہ کی حمد وثنا بیان فرمائی اور کہا: (اے لوگو!) تمھارے دشمن اِس دریا کی وجہ سے تم سے محفوظ ہیں۔ تم اُن تک نہیں پہنچ سکتے اور وہ جب چاہیں تم تک پہنچ جائیں۔ اور اپنی کشتیوں میں دور دور ہی سے تم پر (نیزوں، بالوں اور تیروں وغیرہ) سے حملہ کر دیں۔ اور تمھارے پیچھے کوئی ایسی چیز نہیں جس کا تمھیں یہ خوف ہو کہ وہ تمھارے پاس آئے، پس میں تو یہ دریا پار کر کے اُن پر حملہ کر دینے کا پکا ارادہ کر چکا ہوں۔ تو اُن سب لوگوں نے (جواباً) کہا۔ اللہ رب العالمین ہمارے اور آپ کے لئے بھلائی کے ساتھ اس عزم کو پورا کرے۔ آپ ایسا ہی کر دیجئے جس کا آپ نے عزم فرمایا۔

تو سیدنا سعد رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو دریا پار کرنے کے لئے آمادہ کیا اور فرمایا: کون ابتدا کرتا ہے کہ ہمارے لئے گھاٹ کو محفوظ کرے یہاں تک کہ لوگ اُس سے آملیں اور ایسا نہ ہو کہ وہ انھیں خروج سے روکیں؟

تو عاصم بن عمر اس پر سب سے پہلے تیار ہوئے اُن کے بعد مختلف علاقوں کے چھ سو (۶۰۰) افراد اور بھی تیار ہو گئے۔ آپ نے عاصم کو اُن پر امیر بنایا۔ عاصم اُن کے ساتھ چل پڑے حتیٰ کہ دجلہ کے کنارے آ کھڑے ہوئے اور کہا، کون میرے ساتھ تیار ہوتا ہے کہ تمھارے دشمنوں سے گھاٹ کو محفوظ کر لیں؟

تو اُن میں سے ساٹھ (۶۰) آدمی تیار ہو گئے۔ تو عاصم نے انھیں آدھا آدھا یعنی برابر تقسیم کیا اور انھیں گھوڑے اور گھوڑیوں پر سوار کیا تاکہ گھوڑوں کو پانی میں تیرنے میں آسانی ہو۔ تو جب سیدنا سعد رضی اللہ عنہ نے عاصم کو گھاٹ پر دیکھا کہ انھوں نے اس کی حفاظت کر رکھی ہے۔ تو لوگوں کو بھی دریا میں گھس جانے کی اجازت دی اور فرمایا: تم یوں کہو

" نستعين با لله نتو كل عليه ، و حسبنا الله ونعم الو كيل ،لا حول و لا قوة إلا بالله العلي العظيم"

ہم اللہ ہی سے مدد چاہتے ہیں اور اُسی پر بھروسہ کرتے ہیں اور ہمارے لئے اللہ ہی کافی ہے اور وہ بہترین کارساز ہے۔ ہر قسم کی قوت اور طاقت اللہ ہی کی طرف سے ہے۔

پس وہ بڑا لشکر بھی اُن کے ساتھ جا ملا۔ اور وہ اتھاہ گہرائی پر سوار ہو گئے۔ اور دجلہ (جوش سے) جھاگ اُگل رہا تھا۔

اور لوگ اپنے تیرنے کے دوران میں باتیں کر رہے تھے اور ایک دوسرے کے ساتھ مل گئے، اور یہ باتیں اس طرح کر رہے تھے جس طرح کہ زمین پر اپنی چلت پھرت کے دوران میں کرتے تھے۔ پس انھوں نے اہل فارس کو ایسی ناگہانی صورتِ حال سے دوچار کر دیا کہ اُن کے وہم وگمان میں بھی نہ تھا۔ اور انھیں مغلوب کر دیا اور اُنھیں اُن کے اموال لدوانے میں جلدی کرا دی۔ مسلمین صفر ۱۶ھ میں نہر شہر فارس میں داخل ہوئے۔ اور ہر وہ چیز اُن کے قبضہ میں آ گئی جو کسریٰ کے مکانوں سے باقی رہ گئی تھی تین ارب کے خزانے پر قبضہ کر لیا اور جو کچھ کسریٰ کے بعد ''شیرویہ'' نے جمع کر رکھا تھا۔

یہ من گھڑت واقعہ ہے۔

تخریج: یہ روایت ابو نعیم نے دلائل النبوۃ میں (ج ۲ ص ۵۷۴ و ص ۵۷۵ ح ۵۲۲) ''أبو عبيد ة السري بن يحيى

السري: ثنا شعيب بن إبراهيم: ثنا سيف بن عمر التيمي عن محمد وطلحة والمهاب وعمرو وسعيد والنضر عن ابن الرفيل'' کی سند سے قصہ بیان کیا۔

جرح: میں کہتا ہوں اِس کی سند موضوع ہے۔اس میں سیف بن عمر التیمی راوی ہے اِس کے متعلق ابوداود نے فرمایا: یہ کچھ بھی نہیں ، ابوحاتم نے فرمایا: متروک ہے، ابن حبان نے فرمایا: ثقہ وثبت راویوں سے موضوع روایات بیان کرتا ہے اور فرمایا: یہ احادیث گھڑتا ہے اور یہ زندقہ کے ساتھ متہم کیا گیا۔ابن معین نے فرمایا: یہ ضعیف الحدیث ہے فلس (ایک پیسہ)اس سے بہتر ہے اور سب نے کہا کہ یہ حدیثیں گھڑتا ہے۔اور اسے زندقہ کے ساتھ متہم کیا گیا۔نسائی و دارقطنی نے فرمایا: یہ ضعیف ہے۔ابن عدی نے فرمایا: اس کی حدیث منکر ہے۔

حوالے: دیکھئے۔ میزان الا عتدال (ج۲ص ۴۴۵)ابن الجوزی کی الضعفاء (ج۲ص ۳۵) تہذیب (ج۴ص ۲۵۹)حلبی کی ''الكشف الحثيث عمن رمي بوضع الحديث (ص۱۳۱)ابن حبان کی المجروحین (ج۱ص ۲۴۵)اوراسی سند سے طبری نے اپنی تاریخ (ج۴ص ۸وص ۱۰) میں یہ روایت بیان کی ہے۔

شواہد: اس روایت کے شواہد میں ابوعثمان النہدی ،ابوبکر بن حفص بن عمر، عمیر الصائدی ،قیس بن ابی حازم ،حبیب بن صہبان ابو مالک اور عبداللہ بن ابی طیبہ کی روایات ہیں۔

(۱) روایتِ ابوعثمان النہدی:

ابونعیم نے دلائل النبوۃ (ج۲ص ۵۷۶) میں طبری نے اپنی تاریخ (ج۴ص ۱۰، ص ۱۱) میں ''شعيب عن سيف عن رجل عن أبي عثمان '' کی سند سے یہ قصہ بیان کیا۔میں کہتا ہوں یہ بھی اپنی پچھلی سند کی طرح ہے اور اس میں دو علّتیں ہیں:

پہلی علت: سیف جو کہ ابن عمر التیمی ہے اور یہ وضع حدیث کے ساتھ متہم ہے۔

دوسری علت: اِس سند میں ''رجل '' مجہول ہے۔

دوسرا شاہد: ابوبکر بن حفص بن عمر کی روایت ۔ابونعیم نے دلائل النبوۃ (ج۲ص ۵۷۶) میں اور طبری نے اپنی تاریخ (ج۴ص ۱۱) میں ''شعيب عن سيف عن بدر بن عثمان أبي بكر بن حفص بن عمر'' کی سند سے یہ قصہ بیان کیا۔ میں کہتا ہوں اس کی سند بھی اپنی پچھلی سند جیسی ہے (سیف بن عمر کذاب اِس سند میں بھی ہے)

تیسرا شاہد: عمیر الصائدی کی روایت:

ابونعیم نے دلائل النبوۃ (ج۲ص ۵۷۷) میں طبری نے تاریخ (ج۴ص ۱۲، ص ۱۳) میں ''شعيب عن سيف عن القاسم بن الوليد عن عمر الصائدي '' کی سند سے یہ قصہ نقل کیا۔میں کہتا ہوں اس کی سند بھی ویسی ہی ہے۔ (سیف بن عمر اس سند میں بھی ہے)

چوتھا شاہد: قیس بن ابی حازم کی روایت:

ابونعیم نے دلائل النبوۃ میں (ج ۲ ص ۵۷۷) طبری نے اپنی تاریخ (ج ۴ ص ۱۳) ''شعيب عن سيف عن إسماعيل ابن أبي خالد عن قيس بن أبي حازم'' کی سند سے یہ قصہ روایت کیا۔ میں کہتا ہوں یہ بھی پچھلی سند کی طرح ہے۔

پانچواں شاہد: ''حبيب بن صهبان أبي مالک'' کی روایت:

ابونعیم نے دلائل النبوۃ (ج ۲ ص ۵۷۷ و ص ۵۷۸) میں، طبری نے اپنی تاریخ (ج ۴ ص ۱۲) میں ''شعيب عن سيف عن الأعمش عن حبيب بن صهبان أبي مالک'' کی سند سے یہ قصہ بیان کیا۔

میں کہتا ہوں یہ بھی پچھلی سند کی طرح ہے، اس میں دو علّتیں ہیں:

پہلی علت: سيف بن عمر التيمي

(۲) اعمش اور یہ سلیمان بن مہران الاسدی ہیں (بشرطِ صحت) جو کہ مدلّس ہیں۔ یہ روایت عن سے بیان کی سماع یا تحدیث کی صراحت نہیں کی۔ (دیکھئے تعریف اہل التقدیس لابن حجر ص ۶۷)

چھٹا شاہد: عبداللہ بن ابی طیبہ کی روایت:

طبری نے اپنی تاریخ (ج ۴ ص ۱۰) میں ''شعيب عن سيف عن الوليد بن عبدالله بن أبي طيبة عن أبيه'' کی سند سے یہ قصہ نقل کیا۔ میں کہتا ہوں یہ بھی پچھلی سند کی طرح ہے۔

عرضِ مترجم: اِس تحقیق کا خلاصہ یہ ہے کہ یہ قصہ سیف بن عمر کی گھڑنت ہے اور اِس نے اس کے لئے بہت سی سندیں گھڑ دیں مندرجہ بالا تمام اسناد میں یہ جلوہ نما ہے۔ بہت سے لوگ سمندروں، دریاؤں پر چلنے اور اس طرح چلنے کے پاؤں کے تلوے تک نہ بھیگے یا زمین پر چلت پھرت کی طرح چلنے کے بہت سے ''معجزہ نما'' من گھڑت قصے ''کرامات'' کے نام پر بیان کرتے اور ایجاد کرتے ہوئے نہیں تھکتے۔

وہ اِس قسم کی روایات بیان کر کے اپنے ''دیو مالائی'' قصوں کو تقویت پہنچانے کی کوشش کرتے ہیں۔ اور پھر بڑے فخر سے حوالے بیان کرتے ہیں کہ دیکھو فلاں فلاں کتب میں بھی اس طرح کے قصے مذکور ہیں۔ جب کہ اس قسم کے قصے محض داستانیں ہیں وہ خالصتاً گھڑے ہوئے ہیں۔ ان روایات پر اپنے قصوں کی بنیاد رکھنا خلا میں بنگلہ بنانے کے خواب کی طرح ہے، جو پورا ہونا ممکن نہیں۔

حافظ زبیر علی زئی

شہادتِ حسین رضی اللہ عنہ اور بعض غلط فہمیوں کا ازالہ (مع تلخیص وفوائد)

الحمد لله رب العالمين والصلوٰة والسلام على رسوله الأمين ، أما بعد:

'' حماد: هو ابن سلمة : أخبرنا عمار عن ابن عباس'' کی سند سے ایک خواب مروی ہے جس میں سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تھا۔ (دیکھئے مسند الامام احمد ۱/۲۸۳ ح ۲۵۵۳)

مَیں نے ایک سوال کے جواب میں، تحقیق کے بعد لکھا: ''یہ روایت حسن لذاتہ ہے۔'' (ماہنامہ الحدیث: ۱۰ ص ۱۶)

اس روایت کو درج ذیل علماء نے صحیح وقوی قرار دیا ہے:

(۱) حاکم (۲) ذہبی (۳) ابن کثیر، قال: وإسنادہ قوی (۴) البانی (۵) وصی اللہ عباس المدنی المکی (۶) بوصیری (۷) شعیب اَرناووط (حنفی) وغیرہ محققین مسند الامام احمد، قالوا: إسنادہ قوی علیٰ شرط مسلم۔

یمن کے مشہور اہلِ حدیث عالم شیخ مقبل بن ہادی الوادعی نے بھی اس کو صحیح قرار دیا ہے۔ دیکھئے ''الصحيح المسند مما ليس في الصحيحين'' (۱/۴۳۹، ۴۴۰، قال: ''هذا حديث صحيح علىٰ شرط مسلم'')

شیخ حمود بن عبداللہ التویجری نے کہا: ''وإسناده صحيح علىٰ شرط مسلم'' اور اس کی سند مسلم کی شرط پر صحیح ہے۔ (اتحاف الجماعۃ بما جاء فی الفتن والملاحم واشراط الساعۃ ج ۱ ص ۲۴۰)

میرے علم کے مطابق کسی معتبر محدّث یا قابلِ اعتماد عالم نے اس روایت کو ضعیف، منکر یا شاذ نہیں کہا ہے۔

جدید دور میں حافظ ثناء اللہ ضیاء صاحب نے ''الحدیث'' کی تحقیق کا ماہنامہ ''الصراط'' میں رد لکھا۔ (ج ۱ شمارہ: ۵، اکتوبر ۲۰۰۵ء)

اس کا جواب الجواب راقم الحروف نے ''الحدیث'' (شمارہ: ۲۰) میں شائع کیا جس کا رد حافظ ثناء اللہ صاحب نے ''الصراط'' (ج ۲: شمارہ: ۱، اپریل مئی ۲۰۰۶ء) میں شائع کیا ہے۔

اس رد کا تفصیلی جواب راقم الحروف نے بتیس (۳۲) صفحات پر لکھا جس کا خلاصہ مع فوائد وزیادات درج ذیل ہے:

حدیثِ ابن عباس پر حافظ ثناء اللہ صاحب نے درج ذیل اَطراف سے جرح کی ہے:

(۱) امام شیخ الاسلام حماد بن سلمہ رحمہ اللہ پر جرح (۲) اِختلاط (۳) تدلیس (۴) امام عفان بن مسلم پر حملہ (۵) اِضطراب (۶) متن کی دوسری صحیح اَحادیث سے مخالفت۔

(۱) امام شیخ الاسلام حماد بن سلمہ رحمہ اللہ پر جرح

ماہنامہ ''الحدیث'' (شمارہ: ۱۰) میں یہ ثابت کر دیا گیا ہے کہ حماد بن سلمہ صحیح مسلم کے بنیادی راوی اور جمہور محدثین کے

نزدیک ثقہ وصحیح الحدیث ہیں۔ایسے راوی کی روایت حسن کے درجے سے نہیں گرتی۔حافظ ذہبی لکھتے ہیں: ''**ولم ینحط حدیثه عن رتبة الحسن**'' اوران (حماد) کی حدیث حسن کے درجے سے نہیں گری ہے۔(سیر اعلام النبلاء ۷/ ۴۴۶)

حافظ ثناء اللہ صاحب لکھتے ہیں: ''راقم کو حماد بن سلمہ رحمہ اللہ کے ثقہ، صدوق اور حسن الحدیث ہونے سے کوئی اختلاف نہیں البتہ سوال یہ ہے کہ کیا ثقہ، صدوق راوی اختلاط کا شکار نہیں ہوسکتا؟.....'' (الصراط ۲/ ص ۴۰)

حافظ صاحب کے اس بقلمِ خود تسلیمی اعلان کے بعد شیخ الاسلام حماد بن سلمہ رحمہ اللہ پر جرح مردود ہے۔والحمدللہ

(۲) اختلاط

حماد بن سلمہ رحمہ اللہ سے عبدالرحمٰن بن مہدی اور عفان بن مسلم وغیرہما کی روایتیں صحیح مسلم میں موجود ہیں۔(الحدیث: ۱۰ ص ۱۶) اور یہ قاعدہ ہے کہ صحیحین میں جس مختلط ومتغیر الحفظ راوی سے استدلال کیا گیا ہے یہ اس کی دلیل ہے کہ راویِ مذکور کا مختلط مذکور سے سماع قبل از اختلاط ہے۔(اِلا یہ کہ کسی خاص راوی کے بارے میں کوئی تخصیص ثابت ہوجائے)

ابن الصلاح الشہر زوری لکھتے ہیں: ''**واعلم أن من کان من هٰذا القبیل محتجًا بروایته فی الصحیحین أو أحدهما فإنا نعرف علی الجملة أن ذلک مما تمیز وکان مأخوذاً عنه قبل الإختلاط، والله أعلم**'' اور جان لو کہ جو راوی اس قسم کا ہو اور اس کی روایت صحیحین یا کسی ایک میں بطورِ حجت موجود ہو تو ہم بالجملہ یہ جانتے ہیں کہ اس میں تمیز کیا گیا ہے اور یہ (اس کے) اختلاط سے پہلے اَخذ کیا گیا تھا۔واللہ اعلم

(علوم الحدیث مع شرح العراقی ص ۴۶۶، آخر النوع: ۶۲ والیہ اَشَرْتُہ فی ''الحدیث'': ۱۰ ص ۱۶ والحمدللہ)

اس قول کے دو مفہوم ہوسکتے ہیں:

اول: مختلطین کی صحیحین میں جملہ روایات قبل از اختلاط کی ہیں۔

دوم: صحیحین میں مختلطین کے شاگردوں کی ان سے روایات، ان کے اختلاط سے پہلے کی ہیں۔

یہ دونوں مفہوم صحیح ہیں اور حافظ العراقی کی عبارتوں سے بھی اسی کی تائید ہوتی ہے مثلاً دیکھئے التقیید والایضاح (ص ۴۴۲، ۴۶۰)

تنبیہ (۱): اِس قاعدے سے صرف وہی روایتیں مستثنیٰ ہوں گی جن کے بارے میں جمہور محدثین نے یہ صراحت کردی ہے کہ یہ اختلاط کے بعد کی روایتیں ہیں۔یاد رہے کہ ہمارے علم کے مطابق کسی ایک محدّث سے بھی یہ ثابت نہیں ہے کہ عبدالرحمٰن بن مہدی، عفان اور سلیمان بن حرب وغیرہم نے حماد بن سلمہ کے (مزعوم) اختلاط کے بعد اُن سے حدیثیں سُنی ہیں بلکہ یحییٰ بن سعید القطان نے فرمایا: جو شخص حماد بن سلمہ کی حدیث لکھنا چاہتا ہے تو وہ عفان بن مسلم کو لازم پکڑ لے۔(الحدیث: ۲۰ ص ۲۱)

تنبیہ (۲): شیخ عبدالرحمٰن المعلمی کا خیال ہے کہ حماد کا آخری عمر میں سوءِ حفظ (یا اختلاط) سوائے بیہقی کے کسی نے ذکر

نہیں کیا۔ (دیکھئے التنکیل ج ۱ ص ۲۴۲)

تنبیہ (۳): جن محدثینِ کرام نے اس روایت کو صحیح وقوی قرار دیا ہے اُن کے نزدیک (بشرطِ تسلیمِ اختلاط) یہ روایت حماد نے اختلاط سے پہلے بیان کی ہے۔

حافظ ثناء اللہ صاحب ابھی تک یہ ثابت نہیں کر سکے کہ فلاں راوی نے حماد کے اختلاط سے پہلے سنا ہے اور فلاں راوی نے حماد کے اختلاط کے بعد سنا ہے، ان کی تحقیق کے لحاظ سے حماد کی ساری روایتیں عدمِ تمیز کی وجہ سے ضعیف ہونی چاہئیں۔!!

(۳) تدلیس:

حماد بن سلمہ پر حافظ ثناء اللہ صاحب کی طرف سے تدلیس کا الزام لگا دینا علمی میدان میں ثابت نہیں ہے۔ مقدمہ صحیح ابن حبان کی جس عبارت کو انھوں نے پیش کیا تھا اس کا قائل معلوم نہیں ہے۔ حافظ صاحب نے کوشش کی ہے کہ وہ یہ قول امام بخاری رحمہ اللہ سے منسوب کر دیں مگر کئی لحاظ سے وہ اس میں کامیاب نہیں رہے، مثلاً:

۱: امام بخاری کی وفات کے بعد حافظ ابن حبان پیدا ہوئے تھے لہٰذا اگر وہ یہ قول صراحتاً امام بخاری سے منسوب بھی کرتے تو منقطع ہونے کی وجہ سے مردود تھا۔

۲: امام بخاری کی کسی کتاب، یا ان سے باسند صحیح کسی کتاب میں حماد بن سلمہ پر تدلیس کا الزام ثابت نہیں ہے۔

۳: حافظ ابن حبان نے صحیح ابن حبان کے مقدمے میں جس پر رد کیا ہے وہ حماد بن سلمہ اور ابوبکر بن عیاش وغیرہما پر رد کرتا ہے اور یہ عام طالب علموں کو بھی معلوم ہے کہ ابوبکر بن عیاش رحمہ اللہ کی صحیح بخاری میں بہت سی روایتیں ہیں لہٰذا یہ مردود علیہ شخص کوئی اور ہے۔ اور یہ بھی ضروری نہیں کہ رد کی تمام شقیں ضرور بالضرور صرف ایک شخص کا ہی رد ہیں۔

تنبیہ: راقم الحروف کی تحقیقِ جدید میں ابوبکر بن عیاش رحمہ اللہ جمہور محدثین کے نزدیک ثقہ وصدوق راوی ہیں لہٰذا وہ حسن الحدیث ہیں۔ یاد رہے کہ ان کا بیان کردہ ترکِ رفع یدین والا اثر محدثینِ کرام کی تصریحات اور شذوذ کی وجہ سے ضعیف ہے۔

روایتِ مذکورہ میں حماد بن سلمہ نے سماع کی تصریح کر دی ہے۔

۱: سلیمان بن حرب عن حماد: صرح بالسماع (دلائل النبوۃ ۶/ ۴۷ وتاریخ دمشق ۱۴/ ۲۲۸)

۲: عفان بن مسلم عن حماد: صرح بالسماع (احمد: ۳/ ۲۵۵ والاستیعاب ۱/ ۳۸۰، ۳۸۱)

۳: حجاج بن المنہال عن حماد: صرح بالسماع (احمد بن جعفر القطیعی فی فضائل الصحابۃ ۲/ ۷۸۱ ح ۱۳۸۹، وتاریخ دمشق ۱۴/ ۲۲۸) اس تصریحِ سماع کے باوجود حماد مظلوم پر یہاں تدلیس کا الزام مردود ہے۔

لطیفہ: صحیح مسلم (۲۰۳/ ۵۰۰) کی ایک روایت ''إن أبي و أباک في النار '' میں حماد بن سلمہ عن ثابت عن انس رضی اللہ عنہ والی روایت میں حماد بن سلمہ کے سماع کی تصریح ہمیں نہیں ملی۔!! کیا خیال ہے؟!!

(۴) امام عفان بن مسلم پر حملہ

صحیحین (بخاری ومسلم) کے بنیادی راوی اور جمہور محدثین کے نزدیک ثقہ عفان بن مسلم پر ابن عدی کے قول کو توڑ مروڑ کر حملہ کرنا ظلمِ عظیم ہے جس کا حملہ آور کو میدانِ حشر میں حساب دینا پڑے گا۔ان شاءاللہ، **واللہ غفور رحیم**

روایت مذکورہ میں دو ثقہ راویوں (سلیمان بن حرب، حجاج بن منہال) نے تصریحِ سماع میں اور چھ ثقہ راویوں (سلیمان بن حرب، عبدالرحمٰن بن مہدی، حجاج بن المنہال، محمد بن عبداللہ بن عثمان الخزاعی، ابونصر عبدالملک بن عبدالعزیز التمار اور حسن بن موسیٰ الاشیب) نے عفان کی متابعت کر رکھی ہے۔اتنی متابعات کے باوجود عفان رحمہ اللہ پر حملہ کرنا علمِ حدیث کو گرانے کے مترادف ہے۔

(۵) اِضطراب

اس روایت میں حماد کے چھ ثقہ شاگرد (سلیمان بن حرب، عفان، عبدالرحمٰن بن مہدی، محمد بن عبداللہ الخزاعی اور حجاج بن منہال) ''**قتل ذلک الیوم**'' ونحوالمعنیٰ الفاظ بیان کرتے ہیں۔

ساتویں شاگرد حسن بن موسیٰ الاشیب کی روایت میں اختلاف ہے۔

۱: عبد بن حمید/ ''**قتل ذلک الیوم**'' بیان کرتے ہیں۔(المنتخب:۷۰۹)

۲: بشر بن موسیٰ الاسدی/ '' **قتل قبل ذلک بیوم**'' (المستدرک:۸۲۰۱)

اصولِ حدیث کا ایک طالب علم بھی یہ جانتا ہے کہ ایک ثقہ راوی کے مقابلے میں اَوثق یا بہت سے ثقہ راویوں کی روایت محفوظ وراجح ہوتی ہے لہٰذا اس حدیث پر اضطراب کا دعویٰ مردود ہے۔

روایات کی مختصر اور جامع تخریج

① سلیمان بن حرب

۱: الطبرانی فی الکبیر (۲۸۲۲، [**قد قتل یومئذ**] ۱۲۸۳۷ [**قتل ذلک الیوم**])

۲: احمد بن جعفر القطیعی فی زوائد فضائل الصحابۃ (۲/۷۸۴ ح۱۳۹۶) [**قتل في ذلک الیوم**]

۳: البیہقی فی دلائل النبوۃ (۶/۴۷۱) **وحماد بن سلمۃ صرح بالسماع عندہ** [**قد قتل ذلک الیوم**]

۴: ابن عساکر فی تاریخ دمشق (۱۴/۲۲۸) **وحماد صرح بالسماع عندہ** [**فوجدوہ قتل یومئذ**]

② عفان بن مسلم

۱: احمد فی مسندہ (۲۵۵۳) وفضائل الصحابۃ (۲/۷۷۹ ح۱۳۸۱) **حماد صرح بالسماع** [**فوجدوہ قتل في ذلک الیوم**]

۲: ابن عبدالبر فی الاستیعاب (۱/۳۸۰، ۳۸۱ من طریق ابن ابی شیبہ) **حماد صرح بالسماع** [**فوجد قد قتل في ذلک الیوم**]

③ عبدالرحمٰن بن مہدی

احمد فی مسندہ (۲۱۶۵) وفضائل الصحابۃ (۷۷۸/۲ ح ۱۳۸۰) [فوجدناه قتل ذلک الیوم]

④ محمد بن عبداللہ بن عثمان الخزاعی

الخطیب فی تاریخہ (۱۴۲/۱) [فإذا هو في ذلک الیوم قتل]

⑤ حجاج بن المنہال

۱: الطبرانی فی الکبیر (۱۱۰/۳ ح ۲۸۲۲، [فوجد قتل ذلک الیوم] ۱۸۵/۱۲ ح ۱۲۸۳۷ [فوجد قد قتل یومئذ])

۲: احمد بن جعفر القطیعی فی زوائد فضائل الصحابۃ (۷۸۱/۲ ح ۱۳۸۹) حماد صرح بالسماع [فوجدوه قتل یومئذ]

۳: ابن عساکر فی تاریخ دمشق (۲۲۸/۱۴) حماد صرح بالسماع [فوجدوه قتل یومئذ]

⑥ ابونصر (عبدالملک بن عبدالعزیز القشیری) التمار

ابن ابی الدنیا فی کتاب المنامات (ح ۱۳۰) [قتل فی ذلک الیوم]

⑦ حسن بن موسیٰ الاشیب

۱: عبد بن حمید فی مسندہ کما فی المنتخب (ح ۷۰۹، قلمی ص: ۹۷) [قتل ذلک الیوم]

۲: الحاکم فی المستدرک (۳۹۷/۴، ۳۹۸ ح ۸۲۰۱) [قتل **قبل** ذلک بیوم]

منتخب مسندِ عبد بن حمید کا انکار!!

حافظ ثناء اللہ صاحب ''المنتخب من مسند عبد بن حمید'' کا عملی انکار کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''اور منتخب کو اصل پر ترجیح نہیں دی جا سکتی۔'' (الصراط رجدید ص ۴۳)

عرض ہے کہ اگر حافظ صاحب کو عبد بن حمید کی المسند الکبیر کا نسخہ کہیں سے مل گیا ہے تو وہ پیش کریں ورنہ منتخب مسند عبد بن حمید مطبوع و مخطوط مُصوَّر ہمارے پاس موجود ہے، اس میں یہ حدیث اسی طرح لکھی ہوئی ہے جیسا کہ میں نے پیش کی ہے۔ لہٰذا یہاں اصل پر منتخب کی ترجیح کا کوئی مسئلہ ہی نہیں ہے۔ المنتخب والی کتاب بالاتفاق علماء کے درمیان مشہور رہی ہے مثلاً دیکھئے التقیید لابن نقطہ (ص ۳۶ ت ۱۱) سیر اعلام النبلاء (۲۳۵/۱۲، ۲۳۶) تاریخ الاسلام للذہبی (۳۴۱/۱۸) اور المعجم المفہرس لابن حجر (ص ۱۳۴ رقم: ۴۸۲) وغیرہ۔

اس کی سند بھی موجود ہے جس کا کوئی راوی ضعیف نہیں۔

پتا نہیں حافظ صاحب اس عظیم الشان کتاب کا کیوں انکار کر رہے ہیں؟!

امامِ حاکم ''لازوال قوت یادداشت کے مالک''!!

راقم الحروف نے المستدرک کی اکلوتی روایت جو کہ چھ+۱=سات ثقہ راویوں کے خلاف ہے، کے بارے میں دو

احتمالات لکھے تھے جن کا خلاصہ یہ ہے:

۱: یہ روایت ثقہ راویوں کے خلاف ہونے کی وجہ سے شاذ یعنی مردود ہے۔

۲: ممکن ہے کہ ''قبل'' کا لفظ کاتب، ناسخ یا بذاتِ خود امام حاکم کا وہم ہو۔ دیکھئے ماہنامہ الحدیث:۲۰ ص ۲۲

اس کے جواب میں حافظ ثناء اللہ صاحب نے یہ بھی لکھا ہے کہ ''جبکہ امام حاکم لازوال قوت یادداشت کے مالک تھے۔ایک مضبوط حافظہ کے مالک امام کو وہم کا شکار قرار دیا جائے۔یہ تو سیدھا سادھا امام حاکم پر جارحانہ حملہ ہے۔'' (الصراط رجدید ص ۴۳)

حافظ ثناء اللہ ضیاء صاحب کا یہ بیان انتہائی عجیب وغریب ہے۔المستدرک کے اَوہام اہلِ علم پر مخفی نہیں ہیں، بعض جگہ مطبعی اَخطاء (غلطیاں) ہیں اور بعض مقامات پر خود امام حاکم کو اَوہام ہوئے ہیں۔مثلاً دیکھئے المستدرک (۱/۴۶ ح ۱۵۹) اور التلخیص الحبیر (۱/۲۷ ح ۷۰)

حافظ ابن حجر العسقلانی لکھتے ہیں: ''**وذکر بعضهم أنه حصل له تغیر وغفلة في آخر عمره...**''

اور بعض نے یہ ذکر کیا ہے کہ انھیں (حاکم کو) آخری عمر میں تغیر اور غفلت لاحق ہوگئی تھی...(لسان المیزان ۵/۲۳۳)

امام حماد بن سلمہ رحمہ اللہ تو خطائے کثیر اور اختلاط کا شکار ہوں اور امام حاکم ''لازوال قوت یادداشت کے مالک''

سبحان اللہ! کیسا زبردست انصاف ہے۔؟!

(۶) متن کی دوسری صحیح اَحادیث سے مخالفت

خواب کے واقعے کو حقیقی زندگی پر محمول کرتے ہوئے حافظ ثناء اللہ صاحب نے اس حدیث کے متن کو دوسری اَحادیث سے ٹکرانے کی کوشش کی ہے۔عرض ہے کہ اس حدیث کو حاکم، ذہبی، بوصیری، ابن کثیر، البانی اور دیگر علماء نے صحیح وقوی قرار دیا ہے۔ وہ اس کے متن کو دوسری صحیح احادیث کے خلاف نہیں سمجھتے مگر حافظ ثناء اللہ صاحب ضرور سمجھتے ہیں۔ ہمارے علم کے مطابق کوئی ایک محدّث یا معتبر عالم ایسا نہیں ہے جس نے اس حدیث کو ضعیف ومنکر اور صحیح احادیث کے مخالف قرار دیا ہو۔ نبی ﷺ تو دنیا سے تشریف لے جانے کے بعد جنت میں عالمِ برزخ میں موجود ہیں۔اس دنیا میں ،وفات کے بعد دنیوی جسم و دنیوی زندگی کے ساتھ آپ کی تشریف آوری ثابت نہیں۔ یہ خواب ایک مثال ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کو انتہائی مظلومانہ انداز میں شہید کیا گیا اور نبی کریم ﷺ اپنے بیٹے (نواسے) کی مظلومانہ شہادت پر بہت زیادہ غمگین ہوئے۔اس کے علاوہ باقی جو کچھ ہے وہ حافظ ثناء اللہ صاحب کی فلسفیانہ مُوشگافیاں ہیں جن کے ذریعے حسن لذاتہ (صحیح) حدیث کو بلڈوز کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

خطائے کثیر یا کثیر الخطاء

امام حماد بن سلمہ رحمہ اللہ پر خطائے کثیر کی جرح ہو یا خطائے قلیل کی، کثیر الخطاء کی جرح ہو یا قلیل الخطاء کی، یہ سب

جرحیں جمہور محدثین کی توثیق کے مقابلے میں مردود ہیں۔جس ثقہ وصدوق راوی کی کسی روایت میں محدثین کرام کی صراحت سے وہم وخطا ثابت ہو جائے تو اس وہم وخطا کو چھوڑ دیا جاتا ہے لیکن باقی تمام روایات میں وہ راوی صحیح الحدیث وحسن الحدیث ہی رہتا ہے۔روایتِ مذکورہ کے بارے میں کسی ایک محدّث یا امام سے یہ ثابت نہیں ہے کہ اس روایت میں حماد کو غلطی لگی ہے۔

تنبیہ: محدثینِ کرام کے نزدیک جس راوی کی غلطیاں زیادہ ہوں تو اس کی حدیث ترک کردی جاتی ہے یعنی ایسا راوی ضعیف ومتروک ہوتا ہے۔دیکھئے الکفایۃ (ص۱۴۳) والمحدث الفاصل (ص ۴۰۶ فقرہ: ۴۲۲) الرسالہ للشافعی ص۳۸۲ فقرہ: ۱۰۴۴) اور الجرح والتعدیل (۳۲/۲ عن شعبۃ وسندہ صحیح)

حدیث کے ادنیٰ طالب علموں کو بھی یہ معلوم ہے کہ محدثینِ کرام نے حماد بن سلمہ کی احادیث کو ترک نہیں کیا لہٰذا ثابت ہوا کہ حماد بن سلمہ پر ''خطائے کثیر'' والی جرح کی کوئی حیثیت نہیں ہے بلکہ سرے سے مردود ہے۔

حماد بن سلمہ اور صحیح بخاری

حماد بن سلمہ کی صحیح بخاری میں شواہد ومتابعات میں درج ذیل انیس (۱۹) روایات موجود ہیں:

۱۴۲، ۶۶۳، ۷۳۹، ۱۰۴۸، ۱۷۲۲، [۲۳۶۳ تابعہ حماد...]، ۲۷۳۰، ۲۸۳۹، ۲۸۴۵، ۲۸۷۲، [۳۳۰۸، تابعہ حماد...]،

۳۸۰۵، ۴۱۹۲، ۴۲۵۶، ۴۳۲۰، ۵۰۶۱، ۵۴۷۱، ۵۵۸۸، ۶۴۴۰

صحیح بخاری میں راوی یا روایت کا عدمِ ذکر

صحیح بخاری میں کسی راوی سے روایت نہ ہونا اس کی قطعاً دلیل نہیں ہے کہ وہ راوی امام بخاری رحمہ اللہ کے نزدیک ضعیف ہے اور اسی طرح صحیح بخاری میں کسی روایت کا نہ ہونا اس کی دلیل نہیں کہ یہ روایت امام بخاری کے نزدیک ضعیف ہے۔بخاری ومسلم نے صحیح روایات یا ثقہ راویوں کے کلی استیعاب کا قطعاً دعویٰ نہیں کیا۔

کسی روایت پر محدثین کا سکوت کرنا یا صحیح کا حکم نہ لگانا اس کی دلیل نہیں کہ وہ روایت محدثین کے نزدیک ضعیف ہے۔

زیرِ بحث سند مِن وعَن صحیح مسلم میں

''حماد بن سلمة عن عمار عن ابن عباس'' کی سند سے مروی روایتِ شہادتِ حسین رضی اللہ عنہ جیسی سند مِن وعَن اور بعینہ صحیح مسلم میں موجود ہے۔دیکھئے صحیح مسلم (۱۲۳/۲۳۵۳ وترقیم دارالسلام:۶۱۰۴)

ایسی ایک سند کو امام ترمذی ''حسن غریب'' قرار دیتے ہیں۔(دیکھئے سنن الترمذی:۳۰۴۴)

حدیثِ شہادتِ حسین رضی اللہ عنہ اور مولانا ارشاد الحق اثری

حدیثِ شہادتِ حسین رضی اللہ عنہ کو مولانا ارشاد الحق اثری حفظہ اللہ نے زوائدِ مسند احمد کی تحقیق میں حسن قرار دیا ہے۔

اس سلسلے میں اصحابِ مکتبہ اثریہ فیصل آباد یا خود مولانا اثری حفظہ اللہ سے رابطہ کیا جا سکتا ہے۔

خواب کا ظاہری مفہوم

نبی ﷺ نے (ایک دفعہ) خواب میں گائیں (ذبح ہوتی ہوئی) دیکھی تھیں۔ دیکھئے صحیح البخاری (۷۰۳۵) جس کی تعبیر یہ نکلی کہ اُحد میں (ستر کے قریب) صحابۂ کرام شہید ہوگئے۔ رضی اللہ عنہم اجمعین

ایک دفعہ آپ ﷺ نے خواب میں دیکھا کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ اپنی قمیص گھسیٹ رہے ہیں۔

(صحیح البخاری: ۲۳ و صحیح مسلم: ۲۳۹۰ و ترقیم دارالسلام: ۶۱۸۹)

اگر کوئی آدمی اس حدیث سے یہ ثابت کرنے کی کوشش کرے کہ قمیص وغیرہ (زمین پر) گھسیٹ کر چلنا بالکل درست ہے یا وہ اس حدیث کو دوسری احادیث سے ٹکرانے کی کوشش کرے تو اہلِ علم کے نزدیک یہ حرکت انتہائی غلط اور قابلِ مذمت ہوگی۔ بعینہ یہی معاملہ حدیثِ ابن عباس والے خواب کا سمجھ لیں یعنی اس سے مراد غم و افسوس کی حالت ہے اور بس۔!

حاکم کا کسی روایت کو علیٰ شرط الشیخین یا علیٰ أحدھما کہنا

حاکم (و ذہبی) کا کسی روایت کو علیٰ شرط الشیخین یا علیٰ اَحدہما کہنا تین طرح پر ہے:

۱: اس روایت کے راویوں سے صحیح بخاری و صحیح مسلم میں بطورِ حجت (یا بطورِ استشہاد و متابعات) روایت لی گئی ہے۔

۲: ان جیسے راویوں سے صحیح بخاری و صحیح مسلم میں بطورِ حجت (یا بطورِ استشہاد و متابعات) روایت لی گئی ہے۔ اس صورت میں المستدرک کے راویوں کا صحیحین یا احدہما میں موجود ہونا ضروری نہیں۔

۳: اس خاص سند سے صحیحین میں بطورِ حجت (یا بطورِ استشہاد و متابعات) روایت لی گئی ہے۔ اگر یہ مراد لیا جائے تو حاکم کو کئی اوہام ہوئے ہیں۔

بحث کا اختتام

شیخ الاسلام حماد بن سلمہ رحمہ اللہ کی بیان کردہ روایتِ شہادتِ حسین رضی اللہ عنہ بلحاظِ سند و متن حسن لذاتہ (صحیح) ہے۔ حافظ ثناء اللہ ضیاء صاحب اس روایت کا ضعیف و منکر ہونا ثابت نہیں کر سکے ہیں۔ اس سلسلے میں اُن کی ساری جدوجہد کا خلاصہ حماد بن سلمہ، عفان بن مسلم اور المنتخب من مسند عبد بن حمید (وغیرہ) پر جرح ہے۔ حافظ صاحب کے شبہات اور غلط فہمیوں کے ازالے کے لیے علمائے حدیث مثلاً: مولانا ارشاد الحق اثری وغیرہ کی طرف رجوع کیا جا سکتا ہے۔ قارئینِ کرام سے یہ درخواست ہے کہ وہ اس سلسلے میں ماہنامہ الحدیث حضرو کا شمارہ نمبر: ۱۰ اور شمارہ نمبر: ۲۰ کا بھی مطالعہ کریں۔ وما علینا إلا البلاغ　　(۲۲ ربیع الثانی ۱۴۲۷ھ)

نماز فجر کا وقت

حدیث:۸

((عن زید بن ثابت : أنهم تسحروا مع النبي ﷺ ثم قاموا إلی الصلوٰة ،قلت : کم بینهما؟ قال : قدر خمسین أو ستین ، یعني آیة))

زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انھوں نے نبی کریم ﷺ کے ساتھ سحری کا کھانا کھایا۔ پھر آپ اور آپ کے ساتھی (فجر کی نماز) کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے، میں (قتادہ تابعی) نے ان (انس رضی اللہ عنہ) سے کہا: سحری اور نماز کے درمیان کتنا وقفہ ہوتا تھا؟ تو انھوں نے کہا: پچاس یا ساٹھ آیات (کی تلاوت) کے برابر۔ [صحیح البخاری:۸۱/۱ ح ۵۷۵، واللفظ لہ، صحیح مسلم:۳۵۰/۱]

فوائد :

① اس حدیث سے معلوم ہوا کہ فجر کی نماز جلدی اور اندھیرے میں پڑھنی چاہئے۔
صحیح البخاری (۸۲/۱ ح ۵۷۸) وصحیح مسلم (۲۳۰/۱ ح ۶۴۵) کی حدیثِ عائشہ رضی اللہ عنہا میں لکھا ہوا ہے کہ ہم نبی ﷺ کے ساتھ فجر کی نماز پڑھتی تھیں، جب نماز ختم ہو جاتی تو اپنے گھروں کو چلی جاتیں۔ اور اندھیرے میں کوئی شخص بھی ہمیں اور نساء المومنین (مومنین کی عورتوں) کو پہچان نہیں سکتا تھا۔

② ترمذی کی جس روایت میں آیا ہے: **أسفروا بالفجر فإنه أعظم للأجر**
فجر کی نماز اسفار (جب روشنی ہونے لگے) میں پڑھو کیونکہ اس میں بڑا اجر ہے۔ (ح ۱۵۴)

اس حدیث کی رو سے منسوخ ہے جس میں آیا ہے کہ نبی ﷺ وفات تک فجر کی نماز اندھیرے میں پڑھتے رہے ہیں۔ حدیث میں آیا ہے:

"ثم کانت صلوٰته بعد ذلک التغلیس حتٰی مات ولم یعد إلٰی أن یسفر"

پھر آپ (ﷺ) کی نماز (فجر) وفات تک اندھیرے میں تھی اور آپ نے (اس دن کے بعد) کبھی روشنی میں نماز نہیں پڑھی۔ [سنن ابی داود:۶۳/۱ ح ۳۹۴ وسندہ صحیح، والناسخ والمنسوخ للحازمی ص ۷۷]

اسے ابن خزیمہ (ج ا ص ۱۸۱ ح ۳۵۲)، ابن حبان (الاحسان: ج ۳ ص ۵ ح ۱۴۴۶)، الحاکم (۱۹۲/۱، ۱۹۳) اور خطابی نے صحیح قرار دیا ہے، اسامہ بن زید اللیثی کی حدیث حسن درجے کی ہوتی ہے۔ دیکھئے سیر اعلام النبلاء (۳۴۳/۶) وغیرہ، یعنی اسامہ مذکور حسن الحدیث راوی ہے۔

③ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: '' وصلّ الصبح والنجوم بادية مشتبكة '' إلخ اور صبح کی نماز اس وقت پڑھو جب ستارے صاف ظاہر اور باہم الجھے ہوئے ہوں۔ (موطأ امام مالک ۱/۷ ح ۶ وسندہ صحیح)

ایک روایت میں آیا ہے کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: '' والصبح بغلس '' اور صبح کی نماز اندھیرے میں پڑھو۔ (السنن الکبریٰ للبیہقی ۱/۴۵۶ وسندہ حسن، حارث بن عمرو الہذلی لا ینزل حدیثہ عن درجۃ الحسن)

اس فاروقی حکم کے برعکس دیوبندی و بریلوی حضرات سخت روشنی میں صبح کی نماز پڑھتے ہیں اور پھر یہ دعویٰ بھی کرتے ہیں کہ ''ہم خلفائے راشدین کی سنت پر عمل کرتے ہیں۔'' ! سبحان اللہ !

④ امام ترمذی فرماتے ہیں: ''وهو الذي اختاره غير واحد من أهل العلم من أصحاب النبي ﷺ منهم أبو بكر وعمر ومن بعدهم من التابعين، وبه يقول الشافعي و أحمد وإسحاق يستحبون التغليس بصلوٰة الفجر''

نبی ﷺ کے صحابہ میں سے کئی نے اسے اختیار کیا ہے، ان میں ابوبکر و عمر (رضی اللہ عنہما) اور ان کے بعد کے تابعین ہیں۔ شافعی، احمد اور اسحاق (بن راہویہ) کا یہی قول ہے۔ یہ فجر کی نماز اندھیرے میں پڑھنا پسند کرتے ہیں۔ (سنن الترمذی تحت ح ۱۵۳)

تنبیہ: اس سلسلے میں سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کا صریح عمل باسند صحیح نہیں ملا۔ نیز دیکھئے شرح معانی الآثار للطحاوی (۱/۱۸۱، ۱۸۲) واللہ اعلم

⑤ سیدنا ابوموسیٰ الاشعری اور سیدنا عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہما صبح کی نماز اندھیرے میں پڑھتے تھے۔ دیکھئے مصنف ابن ابی شیبہ (۱/۳۲۰ ح ۳۲۳۹ وسندہ صحیح، ح ۳۲۴۰ وسندہ صحیح)

خلیفہ عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ نے حکم جاری کیا کہ فجر کی نماز اندھیرے میں پڑھو۔ دیکھئے مصنف ابن ابی شیبہ (۱/۳۲۰ ح ۳۲۳۷ وسندہ صحیح)

⑥ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے سیدنا ابوموسی الاشعری رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ صبح کی نماز اندھیرے میں پڑھو اور لمبی قراءت کرو۔ (الاوسط لابن المنذر ۲/۳۷۵ وسندہ صحیح، وشرح معانی الآثار ۱/۱۸۱، مصنف ابن ابی شیبہ ۱/۳۲۰ ح ۳۲۳۵)

بہتر یہی ہے کہ صبح کی نماز اندھیرے میں شروع کی جائے اور اس میں لمبی قراءت کی جائے۔

ہمارے ہاں دیوبندی حضرات صبح کی نماز رمضان میں سخت اندھیرے میں پڑھتے ہیں، اور باقی مہینوں میں خوب روشنی کرکے پڑھتے ہیں، پتا نہیں فقہ کا وہ کون سا کلیہ یا جزئیہ ہے جس سے وہ اس تفریق پر عامل ہیں، چونکہ سحری کے بعد سونا ہوتا ہے اس لئے وہ فریضۂ نماز جلدی ادا کرتے ہیں۔ یہ عمل وہ اتباعِ سنت کے جذبہ سے نہیں کرتے کیونکہ بدعتی شخص کو اللہ تعالیٰ اپنے پیارے حبیب محمد ﷺ کی سنت پر عمل کرنے کی توفیق ہی نہیں دیتا۔

حافظ شیر محمد

سیدنا حسن بن علی رضی اللہ عنہما سے محبت

ایک دفعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر خطبہ دے رہے تھے۔ آپ کے قریب ہی سیدنا حسن بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہما موجود تھے۔ آپ ایک دفعہ انھیں دیکھتے اور دوسری دفعہ لوگوں کو فرماتے:

((إنّ ابني هٰذا سيد، ولعل الله أن يصلح به بين فئتين عظيمتين من المسلمين.))

میرا یہ بیٹا (نواسا) سید (سردار) ہے اور ہوسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے مسلمانوں کی دو بڑی جماعتوں کے درمیان صلح کروائے۔ (صحیح البخاری:۲۷۰۴)

سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے دیکھا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے (سیدنا) حسن بن علی (رضی اللہ عنہما) کو اپنے کندھے پر اُٹھایا ہوا تھا اور آپ فرما رہے تھے: ((اللهم إنّي أحبه فأحبه.))

اے اللہ! میں اس سے محبت کرتا ہوں، تو بھی اس سے محبت کر۔ (صحیح البخاری:۳۷۴۹ وصحیح مسلم:۲۴۲۲/۵۸)

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں دن کے کسی حصے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ باہر نکلا۔ آپ (سیدہ) فاطمہ (رضی اللہ عنہا) کے خیمے کے پاس آئے اور فرمایا: چھوٹا بچہ کہاں ہے؟ کیا یہاں چھوٹا بچہ ہے؟ آپ حسن (رضی اللہ عنہ) کے بارے میں پوچھ رہے تھے۔ تھوڑی دیر میں وہ (حسن رضی اللہ عنہ) دوڑتے ہوئے آئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں گلے لگالیا (معانقہ کیا) اور فرمایا: ((اللهم إني أحبه فأحبه و أحب من يحبه.))

اے اللہ! میں اس سے محبت کرتا ہوں، تو بھی اس سے محبت کر اور جو اس سے محبت کرے اُس سے محبت کر۔

(صحیح بخاری:۲۱۲۲ وصحیح مسلم:۲۴۲۱/۵۷)

مشہور جلیل القدر صحابی سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے فرمایا: حسن بن علی (رضی اللہ عنہما) سے زیادہ کوئی بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مشابہ نہیں تھا۔ (صحیح بخاری:۳۷۵۲)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اسامہ بن زید اور حسن (رضی اللہ عنہما) کو پکڑتے (اور اپنی رانوں پر بٹھاتے) آپ فرماتے: اے اللہ! ان دونوں سے محبت کر، کیونکہ میں ان دونوں سے محبت کرتا ہوں۔ (صحیح البخاری:۳۷۳۵)

سیدنا ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ سیدنا حسن رضی اللہ عنہ سے محبت کرتے تھے۔ عقبہ بن الحارث رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے دیکھا کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے (پیار سے) حسن (رضی اللہ عنہ) کو اُٹھا رکھا تھا اور آپ فرما رہے تھے: یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مشابہ ہے۔ (صحیح البخاری:۳۷۵۰)

سیدنا ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اہلِ بیت (سے محبت) میں آپ کی محبت تلاش کرو۔ (صحیح بخاری:۳۷۵۱)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: حسن اور حسین اہلِ جنت کے نوجوانوں کے سردار ہیں۔

(سنن الترمذی: ۳۷۸۱ وسندہ حسن، مسند احمد ۳/۳ ح ۱۰۹۹۹ وسندہ صحیح)

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے ان دونوں (حسن وحسین رضی اللہ عنہما) سے محبت کی تو یقیناً اُس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے ان دونوں سے بغض کیا تو یقیناً اس نے مجھ سے بغض کیا۔

(مسند احمد ۲/۴۴۰ ح ۹۶۷۳ وسندہ حسن لذاتہ، وصححہ الحاکم ۳/۱۶۶ ح ۴۷۷۷ ووافقہ الذہبی)

سیدنا مقدام بن معدی کرب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حسن (رضی اللہ عنہ) کو گود میں بٹھایا اور فرمایا:

((**هٰذا مني**)) یہ مجھ سے ہے۔ (سنن ابی داود: ۴۱۳۱ وسندہ حسن، **روایة بقیة بن الولید عن بحیر بن سعد محمولة علی السماع ولو عنعن لأنه کان یروي من کتابه**، انظر الفتح المبین فی تحقیق طبقات المدلسین ۴/۱۱۷ ص ۶۹ والتعلیقۃ علی العلل لابن عبد الہادی ص ۱۲۴ ح ۱۲۳/۳۵)

سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کے فضائل ومناقب بہت زیادہ ہیں جن میں سے بعض کا ذکر ''سیدنا حسین رضی اللہ عنہ سے محبت'' میں گزر چکا ہے۔ والحمدللہ

حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

'' **فو اللہ ! واللہ ! بعد أن ولي لم یهرق في خلافته ملء محجمة من دم** ''

پس اللہ کی قسم، اللہ کی قسم، جب حسن (رضی اللہ عنہ) برسرِ اقتدار ہوئے تو آپ کے عہدِ خلافت میں سینگی لگوانے جتنا یعنی بہت تھوڑا سا خون بھی نہیں بہایا گیا۔ (مسند احمد ۵/۴۴ ح ۲۰۴۴۷ وسندہ حسن)

آپ اُمتِ مسلمہ میں اختلافات کو سخت ناپسند کرتے تھے۔ آپ نے سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے صلح کر کے خلافت اُن کے حوالے کر دی تھی۔

سیدنا حسن بن علی رضی اللہ عنہما نے مدائن میں خطبہ دیتے ہوئے فرمایا:

'' **ألا إن أمر اللہ واقع إذ لا له دافع وإن کره الناس ، إني ما أحببت أن ألي من أمة محمد مثقال حبة من خردل یهراق فیه محجمة من دم ، قد علمت ما ینفعني مما یضرّني فألحقوا بطیّتکم** ''

سن لو کہ اللہ کا فیصلہ واقع ہونے والا ہے، اُسے کوئی بھی ہٹا نہیں سکتا اگرچہ لوگ اسے ناپسند کریں۔ مجھے اُمتِ محمدیہ پر رائی کے دانے کے برابر ایسی حکومت پسند نہیں ہے جس میں تھوڑا سا بھی خون بہایا جائے۔ مجھے اپنا نفع ونقصان معلوم ہے، تم اپنے راستوں پر گامزن ہو جاؤ یعنی اپنی اپنی فکر کرو۔ (تاریخ دمشق لابن عساکر ۱۴/۸۹ وسندہ صحیح)

سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ مشہور ہے کہ انھوں نے بہت سی عورتوں سے شادی کی اور وہ کثرت سے طلاق دیا کرتے تھے، مگر اس مفہوم کی روایات میں تحقیقی لحاظ سے نظر ہے۔

سیدنا حسن رضی اللہ عنہ پچاس ہجری کے قریب فوت ہوئے۔

حافظ ذہبی لکھتے ہیں: '' **الإمام السید، ریحانة رسول اللهﷺ وسبطه وسید شباب أهل الجنة أبو محمد القرشي الهاشمي المدني الشهید** '' امام سید، رسول اللہ ﷺ کے پھول اور نواسے، جنتی نوجوانوں کے سردار، ابو محمد القرشی الہاشمی المدنی الشہید۔ (سیر اعلام النبلاء ۳/۲۴۵، ۲۴۶)

حافظ ابن حجر العسقلانی لکھتے ہیں: '' **سبط رسول اللهﷺ وریحانته وقد صحبه وحفظ عنه، مات شهیداً بالسم سنة تسع وأربعین وهو ابن سبع وأربعین ، وقیل : بل مات سنة خمسین وقیل بعدها** ''

رسول اللہ ﷺ کے نواسے اور پھول ہیں۔ وہ آپ کے صحابی ہیں اور آپ کی حدیثیں یاد کی ہیں۔ وہ ۴۹ھ میں ۴۷ سال کی عمر میں زہر کے ساتھ شہید کئے گئے۔ کہا جاتا ہے: بلکہ آپ پچاس ہجری یا اس کے بعد فوت ہوئے۔

(تقریب التہذیب: ۱۲۶۰)

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

'' **حدثنا وکیع: حدثنا یونس بن أبي إسحاق عن برید بن أبي مریم السّلولي عن أبی الحوراء عن الحسن بن علي قال: علّمني رسول اللهﷺ کلماتٍ أقولهن في قنوت الوتر :**

سیدنا حسن بن علی رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے قنوتِ وتر میں پڑھنے کے لئے یہ کلمات سکھائے:

((**اَللّٰھُمَّ اھْدِنِيْ فِیْمَنْ ھَدَیْتَ، وَعَافِنِيْ فِیْمَنْ عَافَیْتَ، وَتَوَلَّنِيْ فِیْمَنْ تَوَلَّیْتَ ،وَبَارِکْ لِيْ فِیْمَا اَعْطَیْتَ، وَقِنِيْ شَرَّمَاقَضَیْتَ، فَإِنَّکَ تَقْضِيْ وَلَا یُقْضٰی عَلَیْکَ، اِنَّهٗ لَا یَذِلُّ مَنْ وَّالَیْتَ ، تَبَارَکْتَ رَبَّنَا وَتَعَالَیْتَ**))

اے اللہ مجھے ہدایت دے ان لوگوں میں (شامل کردے) جنھیں تو نے ہدایت دی ہے، اور عافیت میں رکھ ان لوگوں میں جنھیں تو نے عافیت میں رکھا ہے، اور مجھ سے دوستی کر ان میں جنھیں تو نے دوست بنایا ہے، اور جو مجھے دیا ہے اس میں برکت ڈال، اور تو نے (تقدیر کا) جو فیصلہ کیا ہے مجھے اس کے شر سے بچا، بے شک تو فیصلہ کرتا ہے اور تیرے خلاف کوئی فیصلہ نہیں ہوسکتا، جسے تو دوست رکھے اسے کوئی ذلیل نہیں کرسکتا، اے ہمارے رب تو برکتوں والا اور بلند ہے۔ (مسند احمد ۱/۱۹۹ ح ۱۷۱۸ و سندہ صحیح وصححہ ابن خزیمہ: ۱۰۹۵ و ابن الجارود: ۲۷۲)

سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کے بارے میں تفصیلی و تحقیقی مضمون ہی میں روایاتِ مناقب وفضائل کو جمع کیا جاسکتا ہے۔ فی الحال اسی مختصر المختصر پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

اے اللہ! ہمارے دلوں کو سیدنا حسن رضی اللہ عنہ، تمام صحابہ وثقہ تابعین تبع تابعین اور سلف صالحین کی محبت سے بھر دے۔ آمین

سیدنا حسن بن علی اور تمام صحابۂ کرام سے محبت جزوِ ایمان ہے۔ رضی اللہ عنہم اجمعین

احسن الحدیث

حافظ ندیم ظہیر

ذکرِ الٰہی

﴿ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوا اللّٰهَ ذِكْرًا كَثِیْرًا ۝ وَّسَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّ اَصِیْلًا ۝ هُوَ الَّذِیْ یُصَلِّیْ عَلَیْكُمْ وَمَلٰٓىِٕكَتُهٗ لِیُخْرِجَكُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ؕ وَكَانَ بِالْمُؤْمِنِیْنَ رَحِیْمًا ۝ تَحِیَّتُهُمْ یَوْمَ یَلْقَوْنَهٗ سَلٰمٌ ۚۖ وَاَعَدَّ لَهُمْ اَجْرًا كَرِیْمًا ۝ ﴾

اے ایمان والو! اللہ کو بکثرت یاد کیا کرو اور صبح وشام اس کی تسبیح کیا کرو، وہی ہے جو تم پر رحمت فرماتا ہے اور اس کے فرشتے بھی تمھارے لیے دعائے رحمت کرتے ہیں تا کہ وہ تمھیں اندھیروں سے نکال کر روشنی کی طرف لے جائے اور اللہ مومنوں پر بہت مہربان ہے۔ جس دن وہ اللہ سے ملیں گے ان کا استقبال سلام سے ہوگا اور اس نے ان کے لیے باعزت اجر تیار کر رکھا ہے۔ [الاحزاب: ۴۱ تا ۴۴]

فقہ القرآن:

① قرآن سنت میں کثرت کے ساتھ ذکرِ الٰہی کی ترغیب واہمیت جا بجا موجود ہے کیونکہ ذکرِ الٰہی سے انسان کا دل اللہ کی فکر اور سوچ میں رہتا ہے کہ اللہ کی ذات ہی سب کچھ کرنے والی ہے۔ ذکر زبان ہی سے ادائیگی کا نام نہیں بلکہ نماز بھی ذکرِ الٰہی کی ایک شکل ہے۔ [دیکھئے سورہ طٰہٰ: ۱۴] اگرچہ ذکرِ الٰہی نماز سے عام ہے لیکن ہر وہ صورت جس میں بندہ اللہ تعالیٰ کو یاد کرے، ذکرِ الٰہی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں اپنے بندے کے ساتھ ہوں جب تک وہ مجھے یاد کرے اور میرے (ذکر کے) ساتھ اس کے دونوں ہونٹ حرکت کریں۔ [سنن ابن ماجہ: ۳۷۹۲، صحیح]

② ذکرِ الٰہی وہ عبادت ہے جو ہر وقت، پریشانی وخوشحالی میں جاری رہتی ہے اور یہی انسان کی زندگی کا مستقل رشتہ اللہ اور اس کی بندگی کے ساتھ جوڑے رکھتی ہے لیکن صبح وشام کے اوقات خصوصیت کے حامل ہیں۔ نبی کریم ﷺ سے بھی صبح وشام کے اذکار ثابت ہیں۔

③ یصلی کا صلہ علیٰ اور اس کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف ہو تو اس کا معنی، اللہ کا اپنے بندے پر اپنی رحمت نازل کرنا ہے اور اگر یہ نسبت فرشتوں کی طرف ہو تو دعائے رحمت اور اگر بندے کی طرف ہو تو اس کے معنی دعائے رحمت بھی ہے اور درود وغیرہ بھی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے نور (قرآن وحدیث) کے مقابلے میں جس قدر بھی افکار وخیالات ہیں وہ ظلمات ہیں۔ جب بھی لوگ اللہ کے نور سے نکلیں گے تو وہ تاریکیوں میں جا گریں گے اور یہ تاریکی صرف قرآن وحدیث کی تعلیمات پر عمل پیرا ہونے سے ہی دور ہو سکتی ہے۔

④ ''ان کا استقبال سلام سے ہوگا'' سے مراد ہے کہ فرشتے ان کو سلام کریں گے۔ [النحل: ۳۲] یا جنتی ایک دوسرے کو سلام کریں گے۔ [یونس: ۱۰] بعض مفسرین نے یہ بھی لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان پر سلام بھیجا جائے گا۔ واللہ اعلم

مولانا سلطان محمود محدّث جلالپوری رحمہ اللہ (۱۹۰۶ء تا ۱۹۹۵ء)

فضیلۃ الشیخ مولانا ابوالحسن عبداللہ صاحب بڈھیمالوی شیخ الحدیث جامعہ محمدیہ اوکاڑہ فرماتے ہیں:

''مولانا سلطان محمود کا شمار فاضل علماء محدثین، محققین اور یگانہ فضلاء اور مدرسین میں ہوتا ہے۔ علوم عقلیہ، نقلیہ اور اصول وفروع میں ان کی طلباء کے ساتھ محنت دیکھ کر مجھے دلی خوشی ہوئی ہے۔ یہ بلاد الحاد و بدعات کا گڑھ ہیں۔ مولانا کی کاوش جمیلہ کو اللہ سبحانہ وتعالیٰ قبول ومنظور فرمائے۔'' (۲ شعبان ۱۳۷۲ھ)

(مولانا سلطان محمود جلالپوری رحمہ اللہ کے) آخری ایام زندگی: ۲۶ اگست ۱۹۹۵ء بروز ہفتہ صبح تدریس کے مقررہ وقت پر جامع صحیح بخاری اور جامع ترمذی کا درس دیا، پھر آرام کیا اور کھانا کھایا۔ وضو کے لئے اٹھے تھے کہ ٹانگیں مفلوج ہوگئیں۔ سی۔ ایم۔ ایچ ملتان لے جایا گیا جہاں ان کے پوتے ڈاکٹر عثمان محمود بطور ڈاکٹر آرمی ملازمت میں تھے۔

۳۰ اگست ۱۹۹۵ء سے ۲۶ ستمبر ۱۹۹۵ء تک لاہور میں زیر علاج رہے۔

۲۷ ستمبر کو واپس جلالپور منتقل ہوگئے، طبیعت بہت کمزور ہوچکی تھی۔ ۳۰ ستمبر کو نشتر ہسپتال ملتان میں داخل ہوئے، تقریباً دو ہفتے وہاں علاج ہوتا رہا۔ ۱۶۔ اکتوبر کو جلالپور واپس لائے گئے اور ۲۳۔ اکتوبر کو پھر سی۔ ایم۔ ایچ ملتان میں دخل کرادیے گئے۔ ۲۸۔ اکتوبر کو جلالپور واپس ہوئے تو مسلسل بے ہوشی کی کیفیت طاری تھی۔ مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی۔

۴ نومبر ۱۹۹۵ء بروز ہفتہ بعد نمازِ عشاء اس عظیم انسان نے داعی اجل کو لبیک کہا۔ **کل نفس ذائقة الموت**

۵ نومبر ۱۹۹۵ء کو بعد نمازِ عصر جنازہ جامع مسجد اہل حدیث محلّہ خواجگان سے اٹھا۔ ہزاروں کا مجمع الوداع کہنے اور دعائے مغفرت کے لئے ساتھ تھا۔ کندھا دینے کے لئے لمبے بانس باندھے گئے تھے۔ شہر کے شمالی طرف جنزل بس سٹاپ کے قریب کھیل کے وسیع میدان میں شیخ محترم کے فرزند پروفیسر محمد یحییٰ صاحب نے جنازہ جہراً پڑھایا اور قبرستان چاہ خیرے والا میں بعد نمازِ مغرب مدفون ہوئے۔ پوری جماعت، تلامذہ اور شہر کے سنجیدہ فکر عوام وخواص، تمام اساتذہ وطلبہ، جماعت کے احباب اور علاقے بھر کے متین عوام وخواص سبھی سوگوار تھے۔ آنکھوں میں آنسو تھے، دل غم سے چور تھے، اور زبانوں پر اپنے محبوب ومقدس شیخ کے لئے بلندیٔ درجات کی دعائیں تھیں۔ شام کے سائے تیزی سے گہرے ہو رہے تھے، خیال گزرا کہ رات ڈھلتی ہے تو سورج نکلتا ہے اور اپنی آب وتاب دکھا کر پھر ڈوب جاتا ہے لیکن علم وعمل کا جو آفتاب آج غروب ہوا ہے وہ اب کبھی طلوع نہیں ہوگا۔ اس خیال سے ابدی جدائی کا یہ لمحہ نہایت الم انگیز ہوگیا لیکن ہم سب رب ذوالجلال کی رضامندی پر راضی رہے اور اللہ سے صبر جمیل کی توفیق مانگتے ہوئے واپس آئے۔ **اِنا للہ واِنا الیہ راجعون**

[''مولانا سلطان محمود محدث جلالپوری رحمہ اللہ حیات۔ خدمات۔ آثار'' تصنیف: **مولانا محمد رفیق اثری حفظہ اللہ** ص ۳۲۰، ۳۲۱ شائع کردہ: اثری ادارہ نشر وتالیف، جلالپور پیروالا۔ ضلع ملتان]